مسلسل اشاعت کے چھپن سال

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

668 / رمضان ۱۴۴۲ھ اپریل ۲۰۲۱

بیاد
شیخ الحدیث
مولانا عبدالحق رحمہ اللہ تعالیٰ

بانی: مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ

سرپرست اعلیٰ: مولانا انوار الحق

مدیر اعلیٰ: مولانا راشد الحق سمیع

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَ عَلیٰ اٰلِهٖ وَسَلِّم تَسلِیمًا

جلد نمبر 56

شمارہ نمبر 7

رمضان ۱۴۴۲ھ

اپریل ۲۰۲۱

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

بانی	باہتمام	نگران	مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ	حضرت مولانا انوار الحق صاحب	مولانا حامد الحق حقانی	حافظ راشد الحق سمیع حقانی

معاون مدیر: محمد اسلام حقانی

اس شمارے کے مضامین

- نقش آغاز: ،فرانس کی انتہا پسندی، حالیہ تحریک اور حکومت کا تشدد، مولانا ظہور الحقؒ کی رحلت، عالم اسلام کی معروف علمی شخصیت مولانا وحید الدینؒ کی رحلت ...... مولانا راشد الحق سمیع ۲
- نظام تعلیم کی اصل بنیاد کیا ہونی چاہیے؟ .... حضرت مولانا انوار الحق مدظلہ ۷
- دارالعلوم دیوبند کے جشن بہاراں کا منظر (سفرنامہ) ...... حضرت مولانا انوار الحق ۱۲
- حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ذاتی ڈائری .... مولانا عرفان الحق حقانی ۱۹
- فرانس: نسل پرستانہ سامراجیت کی جاری تاریخ .... جناب احمد الیاس ۲۸
- فضائل و خصائل ماہ شوال المکرم .... فقیر گوہر رحمٰن نقشبندی ۳۱
- دین کی پاسداری ہماری بقا کی ضامن .... مولانا محمد اجمل قاسمی ۳۶
- ''مقالات حجۃ الاسلام'' مولانا قاسم نانوتویؒ .... مولانا عرفان الحق حقانی ۴۵
- تعلیم مقصود ہے یا بامقصد تعلیم؟ .... مولانا قاضی فضل اللہ ۴۸
- دیار خلافت (ترکی) کا سفر شوق ...... (قسط ۱) .... مولانا ڈاکٹر قاسم محمود ۵۲
- دارالعلوم کے شب و روز .... صاحبزادہ عبدالحق ثانی ۵۶
- تعارف وتبصرہ کتب .... مولانا محمد اسلام حقانی ۶۰

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (خیبر پختونخوا) پاکستان۔ فون نمبر: +92 923 -630435 فیکس نمبر +92 923 -630922

ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com

فیس بک ایڈریس: facebook\Alhaq Akora Khattak ویب سائٹ: www.jamiahaqqania.edu.pk

سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/40 روپے۔ سالانہ -/400 روپے۔ بیرون ملک 40$ امریکی ڈالر

پبلشر: مولانا سمیع الحق ' مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک۔ منظور عام پریس پشاور

کمپوزنگ: بابر حنیف

نقش آغاز

مولانا راشد الحق سمیع
مدیر "الحق"

فرانس کی انتہا پسندی، حالیہ تحریک اور حکومت کا تشدد

مسلمانوں کیلئے اپنے پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و ناموس سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں، اسی بناء پر مسلمان اپنی جانوں کے نذرانے پیش کرنے کیلئے ہمہ وقت تیار رہتے ہیں اور یہی کامل ایمان اور سچی محبت کی علامت ہے کہ اپنی جان، مال اور اہل وعیال سے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ عزیز ہوں، مغرب خود کو وسیع الظرف اور لبرل سمجھتا ہے اور مسلمانوں کو ہمیشہ تنگ نظری اور انتہا پسندی کے طعنے دیتا ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے، یہ خود "ماڈرن ولبرل" نہیں ہیں بلکہ ہر معاملے میں بڑے انتہا پسند و تنگ نظر واقع ہوئے ہیں، اس کی بڑی مثال فرانس کے صدر میکرون نے کہا کہ ہم خاکوں وغیرہ پر پابندی نہیں لگا سکتے یہ اظہار رائے کی آزادی کا معاملہ ہے اور میں آزادی اظہار کے ساتھ کھڑا ہوں۔اس پر جب ایرانی اخبار نے فرانس کو اسی کی زبان میں جواب دیتے ہوئے "پیرس کا شیطان" کے عنوان سے میکرون کا خاکہ شائع کیا تو فرانس سمیت یورپ بھر میں مخالفت وعداوت کی آگ پھیل گئی اور ایران کے خلاف مزید آوازیں اٹھنے لگیں، اس سے ان کی عدم برداشت اور انتہا پسندی مزید واضح ہوگئی کہ خودتو اپنے صدر کی توہین برداشت نہیں کرسکتے اور مسلمانوں کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دن رات توہین کرتے نہیں تھکتے۔ پچھلے دنوں تحریک لبیک نے دوبارہ فرانسیسی سفیر کی بے دخلی کے معاملے پر ملک بھر میں احتجاجی تحریک شروع کی تو اس کے جواب میں تحریک لبیک پر پابندی لگا دی گئی اور بھرپور جارحانہ انداز میں کئی لوگوں کو شہید اور سینکڑوں کو بدترین تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔

اس سے پہلے بھی "ریاست مدینہ" کی دعویدار حکومت میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت اور ناموس کے مسئلہ پر جرات مندانہ موقف وصدائے احتجاج بلند کرنے پر شہید ناموس رسالتؐ حضرت مولانا سمیع الحقؒ کو اسلام آباد میں بیدردی کے ساتھ شہید کر دیا تھا۔ بدقسمتی سے ڈھائی سال بعد بھی قاتل ومجرم نہ گرفتار ہوسکے اور نہ کبھی ہوسکیں گے...... اور اسی رات حکومتی وریاستی نمائندوں نے تحریک لبیک سے معاہدہ کرکے دھرنا ختم کرادیا جو بعد میں وہ بھی وعدۂ فردا ثابت ہوا۔ اس کے بعد جب دوبارہ فرانس کی حکومت کی سرکاری سرپرستی میں رحمت

للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخیاں کی گئیں جس پر سارا عالم اسلام سراپا احتجاج بنا، اسی بناء پر مرحوم علامہ خادم حسین رضویؒ دوبارہ سرگرم عمل ہوئے کہ پاکستان میں متعین فرانس کے سفیر کو بے دخل کیا جائے لیکن کمزور اور غلام حکومت میں یہ جرات کہاں ؟اب حکومت نے تحریک لبیک سے مجبور ہوکر نیم دلانہ ایک غیر موثر قرارداد قومی اسمبلی میں پیش کی جسے طفل تسلی کہہ سکتے ہیں، تحریک لبیک کا مطالبہ کہ فرانس کے سفیر کو فوری ملک بدر کیا جائے نہ صرف حق بلکہ تمام مسلمانوں کے دل کی آواز بھی ہے۔بہرحال تحریک لبیک کو بھی ناموس رسالتؐ جیسے عظیم مقصد کی خاطر تشدد اور توڑ پھوڑ کی سیاست نہیں کرنی چاہیے،اس سے پہلے بھی انہوں نے بے گناہ عوام اور سرکاری املاک کو بہت نقصان پہنچایا تھا،تازہ واقعات میں بھی پولیس کے کئی جوان بھی تشدد سے جان سے گئے اور دونوں اطراف سے نفرت وعدم برداشت کا بھرپور مظاہرہ کیا گیا جو قابل افسوس ہے۔

بہرحال اس اہم مسئلہ پر افہام وتفہیم ،دانشمندی اور مذاکرات کے ذریعے حل کرنا ہی ملک وملت کے مفاد میں ہے۔اللہ ہمارے وطن کا حامی وناصر ہو۔(آمین)

شیخ الحدیث حضرت مولانا ظہور الحق دامانیؒ کی رحلت

حضرت مولانا ظہور الحق جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے اولین فضلاء میں سے تھے،آپ کا تعلق جلالیہ چھچھ سے تھا،آپ ۸/اپریل ۲۰۲۱ء کو چھچھ میں مختصر علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔آپ کا نماز جنازہ شیخ الحدیث حضرت مولانا انوارالحق صاحب مدظلہ نے پڑھایا۔آپ ۱۹۲۴ء کو ضلع اٹک میں پیدا ہوئے اور اپنی ابتدائی تعلیم دارالعلوم دیوبند سے حاصل کی،تقسیم کے بعد جب دیوبند واپسی نہ ہوسکی تو شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بقیہ تعلیم انہی سے مکمل کی۔حضرت مولانا ظہورالحقؒ علاقہ چھچھ کے نامور علماء اور اکابرین میں سے تھے،علاقہ بھر میں آپ کی شخصیت متفق علیہ تھی۔اللہ تعالی نے آپ کو بے پناہ کمالات وخصوصیات سے نوازا تھا،آپ نے پوری زندگی درس وتدریس ،دعوت وتبلیغ اور دین کی خدمت میں گزاری،ہزاروں کی تعداد میں طلبا نے آپ سے فیض پایا۔آپ کی اپنی مادرعلمی جامعہ دارالعلوم حقانیہ ،شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ اور شہید ناموس رسالتؐ حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کیساتھ وابستگی مثالی رہی۔دارالعلوم حقانیہ کا نام بھی غالبًا آپ نے سب سے پہلے لکڑی کے تختے پر ’’دارالعلوم حقانیہ‘‘ لکھا جسے سب نے سراہا اور یہ آپ کے لئے بہت بڑے اعزاز کی بات ہے،آپ اپنے شاگردوں کو

اکثر دورہ حدیث کیلئے دارالعلوم بھجواتے، ادارہ آپ کے جملہ پسماندگان سے دلی تعزیت کرتا ہے۔

عالم اسلام کی معروف علمی شخصیت مولانا وحیدالدین خانؒ کی رحلت

ہندوستان کی مردم خیز سرزمین ہمیشہ سے باکمال اور ہنرمند افراد کے حوالے سے بڑی زرخیز واقع ہوئی ہے، برصغیر میں علم و ادب، فن و ہنر کی رونقیں اسی وادی ذی زرع کی مرہون منت ہیں، مولانا وحیدالدین خان بھی اپنے عہد کی بہت بڑی قدآور شخصیت تھیں، بلاشبہ ان کی قابلیت، عبقریت اور بہت زیادہ ومعیاری لکھنے کی صلاحیتیں انسان کو ششدر کر دیتی ہیں، آپ نے ہر موضوع پر لکھا اور بہت خوب لکھا۔ اسلام کا کوئی ایسا شعبہ وموضوع نہیں ہے جس پر آپ نے محققانہ انداز میں کام نہ کیا ہو، گوکہ آپ ہمیشہ بے شمار علمی ودینی مسائل وموضوعات میں جمہور علماء سے ہٹ کر الگ سے اپنی رائے رکھتے تھے۔ جس پر آپ اکثر تنقید کی زد میں رہتے لیکن آپ اپنے علمی وتحقیقی کاموں میں آخر دم تک تن تنہا منہمک رہے۔ آپ کے پیچھے نہ تو کوئی بڑا ادارہ تھا نہ کوئی اکیڈمی لیکن اس بوڑھے اور ناتواں شخص نے ڈاکٹر حمیداللہ صاحب کی طرح بہت بڑا عظیم علمی وادبی ورثہ چھوڑا۔ آپ کی وفات علمی وادبی حلقوں کے لئے بڑا سانحہ ہے۔ ان کی وفات بھی وبائی مرض ''کورونا'' سے ہوئی۔ یوں اللہ تعالیٰ نے انہیں رمضان المبارک میں شہادت کا رتبہ عطا کیا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور تقصیرات، شذوذات وتفردات معاف فرمائے۔ آمین۔

جناب وحیدالدین خانؒ ماہنامہ ''الحق'' کے ابتدائی مستقل مضمون نگار حضرات میں سرفہرست رہے۔ آپ کے ''الحق'' کو بھیجے گئے تقریباً تمام شائع شدہ مضامین کی فہرست یہاں پیش کی جارہی ہے اور آپ کے وہ خطوط بھی جو آپ نے حضرت والد ماجد شہید اسلام مولانا سمیع الحق رحمہ اللہ کے نام ارسال فرمائے تھے۔ مولانا وحید الدین خانؒ کے تعارف اور شخصیت کے متعلق ''مکتوبات مشاہیر'' میں والد ماجد شہید اسلام حضرت مولانا سمیع الحق نوراللہ مرقدہ کا حاشیہ ملاحظہ فرمائیں:

> ''مشہور مصنف ، سکالر (مولانا وحید الدین خان) اور بہت سے امور میں انفرادی رائے رکھنے والے انڈیا کے معروف بزرگ، میری ایک پسندیدہ کتاب ''علم جدید کا چیلنج'' کے مصنف، جو بہت سی نظریات کی وجہ سے متنازعہ بن چکے ہیں۔ ''الرسالہ'' کے نام سے ایک وقیع رسالہ کے ایڈیٹر، تذکیرالقرآن کے نام سے تفسیر بھی لکھی۔''

جناب وحید الدین خانؒ کے مکتوب بنام حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ

حضرت مولانا سمیع الحق شہید رحمہ اللہ اور حضرت علامہ صاحبؒ کے درمیان مکاتبت کے علاوہ بھی دنیا بھر کی علمی، ادبی، اسلامی کانفرنسوں کے موقعوں پر ان کے درمیان ملاقاتیں رہیں، حضرت مولانا شہیدؒ علامہ صاحبؒ کے قلم اور علمیت کے معترف تھے لیکن بعد میں ان کے خیالات وافکار میں حد درجہ غلو و تغیر سے متنفر بھی رہے۔

(۱)

مکرمی ومحترمی، سلام مسنون، گرامی نامہ مورخہ ۱۸ جولائی ملا، فی الحال کوئی مضمون روانہ کرنے سے معذور ہوں۔ ''الفرقان'' (لکھنو) اور ''الجمعیۃ'' ہفتہ وار (دہلی) میں میرے مضامین شائع ہوتے ہیں اگر آپ کو کوئی چیز پسند آئے تو اس سے نقل فرما سکتے ہیں۔ دعائے خیر میں اس ناچیز کو بھی یاد رکھیں۔

اللہ تعالیٰ اگر ہماری حقیر خدمات کو قبول کرلے، تو یہی اصل سعادت ہے۔

خادم وحید الدین (۲ راگست ۱۹۶۷ء)

(۲)

(اقبال کا نظریہ مرد کامل ○ پرفیکٹ مین ○ نئے مرد کامل کی نہیں مرد کامل کی پیروی کی ضرورت ہے)

دہلی ایئرپورٹ پر ڈاکٹر اقتدار حسین صدیقی سے ملاقات ہوئی۔ وہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں تاریخ کے پروفیسر ہیں۔ ان کی کئی کتابیں چھپ چکی ہیں۔ ان کی ایک کتاب کا نام ہے Islam and Muslim in South Asia: Historical Pespective۔ ان سے دیر تک مختلف علمی موضوعات پر گفتگو ہوئی۔ انہوں نے بتایا کہ آج کل مسلمانوں کی فکری تاریخ پر ایک کتاب کی تیاری کر رہا ہوں۔ اس سلسلہ میں میں نے ان سے پوچھا کہ اقبال کی کتاب Reconstruction of Religous Thought in Islam کے نظریہ سے مجھے اتفاق نہیں ہے۔ وہ تاریخ کو ایک ارتقائی عمل کے طور پر دیکھتے ہیں۔ اس کے مطابق ان کا کہنا ہے کہ پرفکٹ انسان مستقبل میں پیدا ہوگا۔ یہ تصور اسلام کے عقیدہ رسالت سے ٹکراتا ہے۔ کیونکہ عقیدۂ رسالت کے مطابق، کامل اور پرفیکٹ انسان پیغمبر کی صورت میں پیدا ہو چکا۔ اب مسئلہ پرفیکٹ مین کی پیروی کرنے کا ہے نہ کہ پرفیکٹ مین کے انتظار کرنے کا۔

وحید الدین خان، دہلی انڈیا (اگست ۱۹۹۳ء)

ماہنامہ ''الحق'' کیلئے لکھے گئے مولانا وحید الدین خانؒ کے مضامین کی فہرست

قلب کے ہتی — اسلام متجد دین کے نرغے میں [مترجم: وحید الدین خان] اکتوبر ۱۹۶۶/۳۶۔۴۷

وحید الدین خان — مذہب کے بغیر کیا؟ نومبر ۱۹۶۶/۵۱۔۵۹

وحید الدین خان — عقیدۂ آخرت 'جدید تحقیقات کی روشنی میں [۲/اقساط] مئی ۱۹۶۷/۱۵۔۱۹، جون ۱۹۶۷/۳۳۔۳۹

وحید الدین خان — خدا کا وجود اور اُس سے ہمارا تعلق اپریل ۱۹۶۹/۳۳۔۴۱

وحید الدین خان — مذہب بیزار نظام معیشت کا انجام [اجتماعی ملکیت اور روس] نومبر ۱۹۶۹/۲۵۔۴۷

وحید الدین خان — قرآن حکیم اللہ کی آواز — حقائق و مشاہدات دسمبر ۱۹۶۹/۳۳۔۳۷

وحید الدین خان — ہمارا جسم خدا کی گواہی دیتا ہے [اسلام اور سائنس] مارچ ۱۹۷۰/۳۱۔۴۳

وحید الدین خان — قرآن کریم اور عالم فطرت [جدید سائنسی تحقیقات کے لیے ایک چیلنج] اپریل ۱۹۷۱/۳۳۔۳۹

لطافت الرحمن، مولانا — محتاط تعبیر - بر مضمون وحید الدین خان شمارہ اپریل ۷۱ [مکتوب] اگست ۱۹۷۱/۵۸

وحید الدین خان — قانون سازی کا حق کسے ہے؟ [تمدنی و معاشرتی مسائل کا قانون؟/۳/اقساط]
دسمبر ۱۹۷۰/۱۴، فروری ۱۹۷۱/۸۳، مارچ ۱۹۷۱/۱۰۔۱۴

وحید الدین خان — قرآن کریم اور انسانی غذائیات نومبر ۱۹۷۲/۵۰

وحید الدین خان — کائنات اللہ کی شہادت دیتی ہے [۴/اقساط] نومبر ۱۹۷۲/۲۵۔۳۰، فروری ۱۹۷۳/۹۔۱۴،
اگست ۱۹۷۳/۴۔۸۷، فروری ۱۹۷۶/۳۵۔۴۱

وحید الدین خان — علم و معرفت میں فرق اکتوبر ۱۹۷۹/۲۹۔۳۷

وحید الدین خان — رات کے بعد دن مئی ۱۹۸۱/۴۵

وحید الدین خان — ختم نبوت کا ایک علمی و تاریخی جائزہ نومبر ۱۹۸۳/۱۴۔۱۸

وحید الدین خان — رسول اکرمؐ کا سب سے بڑا اور ایک اہم معجزہ 'قرآن' دسمبر ۱۹۸۳/۱۱۔۲۳

وحید الدین خان — اسلام کیا ہے؟ جولائی ۱۹۸۴/۳۹

وحید الدین خان — داعی کا پیغام اور اس کا کردار جون ۱۹۸۵/۲۳۔۲۸

وحید الدین خان — عورت کے بارہ میں قرآن کیا کہتا ہے؟ جون ۱۹۸۶/۳۷۔۴۲

وحید الدین خان — دورِ جدید کا سائنسی معیار اور دین اسلام کی ابدیت و آفاقیت نومبر ۱۹۸۷/۵۳۔۶۰

وحید الدین خان — سائنس کا خالق — اسلام اپریل ۱۹۸۹/۴۷۔۵۳

وحید الدین خان — اقبال کا نظریہ مردِ کامل [مکتوب] اگست ۱۹۹۳/۵۰

وحید الدین عدل اور عدلیہ [موجودہ عدلیہ بحران کی روشنی میں/۲/اقساط] مئی ۲۰۰۷/۳۶۔۴۵، جون ۲۰۰۷/۲۲۔۲۸

وحید الدین خان — مولانا محمد الیاسؒ اور ان کا تبلیغی مشن [۲/اقساط]
مارچ ۱۹۸۶/۳۵۔۴۰، اپریل ۱۹۸۶/۴۳۔۵۰

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب مولانا حافظ سلمان الحق حقانی

نظامِ تعلیم کی اصل بنیاد کیا ہونی چاہیے؟

نحمدہٗ و نصلی علی رسوله الکریم فعن ابی هریرۃ رضی اللّٰہ عنه ان رسول صلی اللّٰہ علیه وسلم قال اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الامن ثلثة اشیاء من صدقة جاریة او علم ینتفع منه اوولد صالح یدعواله (ابی داؤد ج ۲)

محترم حاضرین! حدیث مذکورہ کے ضمن میں مکافات عمل اور صدقات جاریہ کے بارہ میں چند معروضات ذکر کئے تھے جن کا نچوڑ یہی تھا کہ مرنے کے بعد جن اعمال کا اجر وثواب بدستور جاری رہتا ہے۔

نیک اور صالح اولاد

ان میں ایک اہم اور بڑا وسیلہ وذریعہ نیک و باکردار اولاد جو والدین کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد بھی ان کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے دعوات کو اپنا وظیفہ حیات بنادیں اولاد کی یہی قسم انبیاء کی اس دعا کی" کہ اے رب! ہم کو آپ عطا فرما اپنی طرف سے نیک اولاد آپ ہی دعاؤں کا سننے والا ہے، کا حقیقت میں مصداق بنے گی، لیکن یہ یاد رکھیں کہ اولاد کے اس اعلیٰ منصب پر فائز ہونے میں سب سے زیادہ عمل دخل والدین ہی کا ہے کہ پیدائش کے بعد ان کی پرورش کس انداز میں کی؟ جس کے نتیجہ میں یہ صدقہ جاریہ بن سکتے ہیں یا الٹا والدین بھی ان کی وجہ سے ابدی عذاب میں خدانخواستہ مبتلا ہوتے ہیں۔

فتنوں کی یلغار

آپ کو اندازہ ہوگا کہ قرب قیامت کے جن علامات اور فتنوں کے یلغار کا جو ذکر احادیث مقدسہ میں ہو چکا ہے۔ ان کا عروج ہے، کوئی گلی، محلّہ، گاؤں اور شہر ایسا نہیں جو عذاب کا سبب بننے والے گمراہی واسباب گمراہیوں سے خالی ہو، گویا گناہوں کی طرف دعوت اور رغبت دلانے والے اسباب کا طوفان اور یلغار ہے۔ بڑے بڑے اپنے آپکو باہمت اور اصحاب استقامت سمجھنے والوں کا اس طوفان کے سامنے بند باندھنا تو دور کی بات ہے صرف اپنے اور اپنی اولاد و اہل خانہ کو محفوظ رکھنا

بھی جوئے شیر لانے کے مترادف ہے، تاہم ایسے حالات میں شریعت مطہرہ نے ایسے بنیادی اصول وقواعد مقرر فرمائے جس سے بچے کی شخصیت کا ارتقاء وتعمیر کیلئے ان اصول واحکامات پر عمل کرنے سے عقیدہ واخلاق اورحسن معاشرہ جیسے خصائص کا پیدا ہونا آسان ہوجاتا ہے۔

اولاد کی تربیت اوروالدین کا کردار

جیسے کہ بار بار عرض کرتا چلا آرہاہوں کہ اولاد جو دنیا کی نعمتوں میں اعلیٰ ترین نعمت ہے، کارآمد تب ہوگی جب ان کے تربیت کرنے والے بھی شریعت کے اعلیٰ صفات کے حامل ہوں، مثلاً ان کا فعل انکے قول کے مطابق ہو، بچوں کومنکرات اور لغویات کے ارتکاب سے منع کرنے کا ورد تو بار بار کررہے ہیں مگر ان کے سامنے خود ایسے اعمال پر کاربند ہوں جو فحاشی، عریانیت، لہوولعب سے بھرپور ہوں اوراولاد سے توقع رکھیں کہ یہ پاکباز والدین کیلئے آنکھوں کی ٹھنڈک، ان کی خدمت گزار اوران کیلئے دعاگو ہوگی، اپنے آپ کودھوکہ دینے کے علاوہ کچھ نہیں۔ اگرخودصوم وصلوۃ، جماعت سے نماز پڑھنے کا پابند۔ ماموراتِ پر عمل کرنے والا منکرات سے بچنے والا، اپنے سے عمر میں بڑے بزرگوں کی عزت کرنے والے اورکم عمر افراد سے شفقت ومحبت کرنے والے ہوں تو بچوں کے اذہان پر بھی ان ہی اخلاق حسنہ اور امتیازی اوصاف کا اثر ہوگا اپنے پیدائشی فطرت کے مطابق نشوونما کے ایک پاکیزہ اوردینی لحاظ سے عمدہ معاشرے کا فرد بن جائے گا۔ دنیوی زندگی میں بھی خوش قسمت اور اخروی زندگی بھی خوش نصیبوں کے زمرہ میں شامل ہوکر والدین کے لئے صدقہ جاریہ بن جاتا ہے۔

جب اولاد میں شعور پیدا ہو

اس کے لئے والدین کا اولین فریضہ یہ کہ بچے جب شعور اورسمجھداری کی عمر کو پہونچ جائیں توان کے ایمان اورعقیدہ کی پختگی کے لئے ان کا رشتہ قرآن مجید سے جوڑنے کی کوشش کی جائے۔ جس کے لئے ابتداء میں ناظرہ قرآن اورقرآن کے پڑھنے سیکھنے کا اہتمام ضروری ہے، لڑکا ہو یا لڑکی، والدین مسلمان گھر کے تمام افراد مسلمان، اردگرد کا ماحول اسلامی، پھر ایک مسلمان کا بچہ یا بچی بڑا ہوکر قرآن پڑھنے سے عاجز ہو، تواس سے بڑھ کر تربیت کنندگان اوراولاد کی دنیوی اور دینی بدقسمتی اورکیا ہوگی۔ دینی احکامات سے لاعلمی اورغفلت کا نتیجہ ہے آج بھی ہمارے کئی گھرانے ایسے ہیں کہ بچہ کے شعور کی حدکو پہنچتے ہی لاحاصل بے فائدہ الفاظ ان کے زبان پرآنے پر واہ واہ اورخوشی کا اظہار تو کرتے ہیں، مگر اس طرف کوئی دھیان نہیں کہ اگراس معصوم زبان پر گندے، بے مقصد کلمات جاری ہونے کے بجائے مالک حقیقی کا نام یعنی اللہ اورایسے الفاظ جوذکر اللہ پر مشتمل ہوں تو اس کم

عمری ہی سے انکے ایمان کی جھلک اور خوف خدا کی مضبوط اور خوشگوار عمارت کی تعمیر شروع ہوجائیگی۔

قرآن سے محروم لوگ

میرا کئی ایسی مجالس میں بعض دوستوں سے ملاقات کا اتفاق ہوا جہاں قرآن کی تلاوت جاری ہو، بعض حضرات یہ کہتے ہوئے تلاوت سے معذرت کرجاتے ہیں کہ ہم نے قرآن کا پڑھنا سیکھا ہی نہیں۔ اس عظیم نعمت سے محرومی پر بے پناہ افسوس ودکھ ہوتا ہے۔

قرآن کے ساتھ ربط وتعلق عمر میں جس قدر اضافہ ہورہا ہو، دین وشریعت کے بنیادی واہم اور ضروری احکامات ومسائل وقتاً فوقتاً ان کو ذہن نشین کراکر ان پر عمل کرنے اور نہ کرنے کے اجروسزا سے بھی آگاہ کیا جائے۔ الحمدللہ کہ اب تو دینی مدارس موجود ہیں۔ جو اسلام اور اسلامی نظریات کی حفاظت کے عظیم قلعے ہیں۔

ائمہ مساجد کا لائق تحسین عمل

مگر اس کے علاوہ ہمارے معاشرہ میں اکثر وبیشتر مساجد کے ائمہ بھی انتہائی قابل قدر ہیں جو اپنی طرف سے اللہ کی خوشنودی کیلئے اپنی ایک ذمہ داری سمجھ کر محلّہ کے نابالغ بچوں کو بغیر کسی دنیوی غرض ولالچ کے دن کے کسی حصہ میں ناظرہ وحفظ قرآن سکھانے وپڑھانے کا سلسلہ قائم کئے ہوئے ہیں، کئی نیک بخت یہیں سے قرآن کے پڑھنے سے مالا مال ہوجاتے ہیں، لیکن والدین کے لئے صرف اسی پر انحصار کرکے اپنی ذمہ داری اور مسؤلیت سے فارغ ہونے کا دعویٰ کافی نہیں بلکہ گھر میں بھی اولاد کے لئے تعلیم قرآن کا بندوبست کریں، اسی سے ان کا روحانی وقلبی اور بدنی ربط قرآن سے قائم ہوگا۔

تعلیمی نظام کی اصل بنیاد

بزرگوں کا قول ہے کہ بچوں کو قرآن کریم کا حفظ کرانے اور قرآن مجید کی تعلیم تمام تعلیمی نظام کی بنیاد ہے۔ کیونکہ یہ دین کے شعائر میں سے ایسا عمل ہے جو عقیدے کو مضبوط اور مستحکم کردیتا ہے۔ بچپن کا زمانہ فضول لہوولعب، بے ہودہ ڈرامے بے حیائی پر مشتمل ناولوں، جرائد ورسائل جو ذہنی واخلاقی بربادی کا ذریعہ بن جاتے ہیں، کے پڑھنے سننے اور دیکھنے کی بجائے سید الانبیاء محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زرین اقوال، صحابہ، تابعین، اولیاء اور نیک بندوں کے احوال وواقعات سننے، پڑھنے کا عادی بنانا، قرآن وحدیث کی روشنی میں دینی افکار واعمال سے اپنے عمل اور قول کے ذریعہ آگاہ کرنا، والدین کی عظمت ومقام ان کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے اطاعت اور بعد از مرگ ان

کے رفع درجات کے لئے مغفرت کی دعوات جیسے مسائل ان کے اذہان میں راسخ کرنے سے صدقہ جاریہ کی حیثیت ان کو حاصل ہوگی۔

بچیوں کی تعلیم وتربیت کا اہتمام

ہم میں سے کئی ناسمجھ دوستوں کی افراط وتفریط کی وجہ سے میں آپ حضرات کو بار بار یاددہانی کے طور پر عرض کرتا رہتا ہوں کہ اولاد کی تربیت کے بارہ میں یہ معروضات صرف بیٹوں کے لئے نہیں بلکہ بچیوں کے بارہ میں بھی یہی حکم ہے۔روزمرہ زندگی میں آپ بھی مسلسل دیکھتے چلے آرہے ہیں کہ بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے تو خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے، بچیوں کی تربیت، تعلیم اور صلاح وفلاح میں اکثر غفلت سے کام لیا جارہا ہے۔جس کے بارے میں اخرت میں والدین سے سخت بازپرس ہوگی۔قرآنی تعلیمات و احکامات کے جہاں مرد مخاطب اور عمل کرنے کے پابند ہیں، یہی کیفیت عورتوں کی بھی ہے، ماسوائے دوچار احکامات کے جہاں شریعت پر عمل نہ کرنے پر مردوں کا محاسبہ ہوگا، اسی انداز میں عورتوں سے بھی ان کے ایک ایک عمل کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ پھراز روئے اسلام کوئی وجہ نہیں کہ تعلیم وتربیت کے سلسلہ میں مردوزن میں تفریق کی جائے، اسلام نے عورتوں کو وہ مقام دیا، جس کا دنیا کی غیر مسلم تہذیبیں تصور بھی نہیں کرسکتیں،

خواتین کی تعلیم وتربیت پر اجروثواب

دنیوی زندگی بھی عزت، عفت، حیاء اور پاکدامنی کی اور آخرت میں انکے مربیوں کا دنیا میں ان کیساتھ بہترین صلہ واجر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک میں واضح مذکور ہے:

> عن ابی سعیدالخدریؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من کانت لہ، ثلاث بنات اوثلاث اخوات اوابنتان او اختان فاحسن صحبتھن واتقی اللّٰہ فیھن فلہ الجنة (رواہ الترمذی)
>
> ''حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی تین بیٹیاں یا تین بہن ہوں یا دو بیٹیاں یا دوبہنیں ہوں اوروہ ان کے ساتھ اچھامعاملہ رکھے، اوران کے حقوق کے بارہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے تو اس کے لئے جنت ہے۔''

رحمۃ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اورارشاد ہے:

عن ابن عباسؓ ومن عال ثلٰث بنات اومثلهن من الاخوات فاد بهن ورحمهن حتی یغنیهن الله اوجب الله له، الجنة فقال رجل یا رسول الله او ثنتین قال ثنتین لوقالوا او واحدة لقال واحدة الخ۔

''ابن عباسؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کررہے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص تین بیٹیوں یا انہی کی طرح تین بہنوں کی پرورش کرے اور پھر انکی تربیت کرے اوران کیساتھ پیارمحبت کرے، یہاں تک کہ اللہ انکو بے پرواہ کردے، (یعنی ان کی مزید پرورش کی ضرورت نہ رہے) تو اللہ انکو جنت کا حقدار قرار دیتا ہے۔ ایک صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ! یہی اجر دو بیٹیوں و بہنوں کی پرورش پر بھی ملتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں دو پر بھی یہی اجر ملتا ہے۔ اگر صحابہ ایک بیٹی یا بہن کے بارہ میں پوچھتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہی جواب دیتے کہتے کہ ہاں ایک پر بھی یہی اجر ملے گا۔

ان احادیث پر غور کرنے سے معلوم ہوجاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دین حقہ نے جس طرح مذکر اولاد کی تعلیم وتربیت، اسلامی شعائر واحکامات سکھانے، حسن اخلاق کے اصول اپنانے پرزور دیا ہے، بالکل اسی طرح سلوک ورویہ مونث اولاد یا زیردست رشتہ داروں کے لئے بھی اختیار کرنا ہے، مذکورہ امور میں کسی جنس کو دوسرے پر نہ فوقیت ہے بلکہ اولاد اللہ کی عظیم نعمت ہے، جس میں دونوں برابر ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو یہاں تک خوشخبری دی کہ جو شخص دو بیٹیوں کی پرورش اورتربیت کرے کہ دونون حد بلوغ کو پہنچ کر اپنے اپنے گھروں کو آباد کرلیں تو وہ خوش قسمت قیامت کے دن اس طرح حاضر ہوگا کہ میں اور وہ بالکل قریب ہوں گے درمیانی اور شہادۃ کی انگلیوں کو ملا کر فرمایا کہ اس طرح آپس میں ملے ہوئے ۔ اس سے بڑھ کر قسمت والا کون ہوگا جسے محشر کے اندوہناک روز سراپائے رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا قرب حاصل ہو، رب العزت مجھے اورآپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنے قریب اور رضا کے مقام پر فائز فرمائے۔

بچیوں کے مربی جنت میں داخل

جو بچہ والدین کی صالح تربیت کی وجہ سے والدین کی موت کے بعد اگر ان کیلئے صدقہ جاریہ بن جائے گا وہی مقام اس بچی کا بھی ہوگا جو والدین کی سرپرستی اور بہترین تربیت کی وجہ سے اپنے مربیوں کیلئے مغفرت کی طلب گار رہتی ہے، لیکن بچی تب والدین کی بخشش کی دعائیں دے گی کہ

اس کے ساتھ جاہلیت دور کا سلوک نہ کیا گیا ہو اور نہ بیٹی کو دنیاوی امور میں غیر شرعی طریقہ سے بیٹے پر ترجیح دینے کا مرتکب ہوا ہو، مشفق اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن ابن عباسؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من ولدت لہ انثی فلم یئدھا ولم یھنھا ولم یؤثر ولدہ یعنی الذکر علیھا ادخلہ اللہ بھا الجنۃ (رواہ الحاکم)

''حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس شخص کے ہاں لڑکی پیدا ہو پھر وہ نہ تو اسے زندہ دفن کرے اور نہ اس سے ذلت آمیز سلوک کرے اور نہ لڑکوں کو اس پر ترجیح دے، یعنی اس کیساتھ ویسا ہی سلوک کرے جیسا لڑکوں کیساتھ کرتا ہے، اللہ اس حسن سلوک کے بدلے اس مربی کو جنت میں داخل فرمائینگے۔''

آغاز تعلیم لا الہ الا اللہ سے کرو

محترم سامعین! بات ہو رہی تھی اولاد کے بارہ میں کہ کون سی اولاد صدقہ جاریہ ثابت ہوگی اپنے والدین کیلئے۔ جیسا کہ عرض کر چکا ہوں کہ اولاد جب تین چار سال کی عمر کو پہونچ جائے گھر ہی میں تعلیم (جو مثلاً کلمہ شہادت اور دین کی عام فہم اور آسان مسائل سمجھانے) پر محنت شروع کر دی جائے۔ یہاں تو حال یہ ہے کہ اس عمر کو پہونچتے وقت والدین فکر مند ہو جاتے ہیں کہ انکی زبان کھلتے ہی کسی انگلش میڈیم ادارہ میں داخل کر کے سب سے پہلے اس کے معصوم و پاک زبان پر کتے، چوہے اور بلی کا نام انگریزی میں آجائے جبکہ مسلمان کے لئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم فرمائی ہے۔ عن عبداللّٰہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افتحوا علی صبیانکم اول کلمۃ بلا الہ الا اللہ عبداللہ بن مسعودؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرمارہے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے بچوں کو سب سے پہلے کلمہ لا الہ الا اللہ سیکھنے کی تعلیم دو۔

تعلیم کے اثرات

بچے کی فطرت میں نقالی کا مادہ بکثرت موجود ہونے کی وجہ سے جب بار بار اس کے سامنے یہی کلمہ پڑھا جاوے اور اس کے استطاعت کے مطابق اسے سیکھنے اور پڑھنے کی کوشش بھی کی جائے تو بہت جلد اس کی زبان پر ہر وقت یہی کلمہ جاری رہ کر باطن پر ظاہر کا اثر ہونا بھی ضروری ہے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ عمر بڑھنے کے ساتھ ایمان اس کے دل میں جگہ پکڑ کر اس پر یقین محکم حاصل ہو چکا ہوگا۔ اگر بچپن ہی

سے مشنری اداروں اور لادین اساتذہ پر مشتمل تعلیمی اداروں کے حوالہ کر کے خود والدین دینی تربیت سے غافل ہوجائیں تو ایسی اولاد اکثر دین سے بیزار، والدین کی نافرمان، دینی اقدار، اسلام کے بنیادی اصولوں اور اسلامی تہذیب وتمدن سے نہ صرف ناآشنا بلکہ مذاق اڑاتا رہے گا۔ آج یہی کیفیت مسلم گھرانوں کے جدید تعلیم سے آراستہ بچوں میں بکثرت موجود ہے اور اس جرم میں انکے ساتھ وہ لوگ (جن کے ذمہ انکی پرورش اور دینی تربیت تھی) وہ بھی برابر کے شریک ہیں۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:"کلکم راع و کلکم مسؤل عن رعیتہ" "تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارہ میں پوچھا جائے گا۔" اولاد والدین کی رعیت ہے، ان کے اصلاح وفساد کے بارہ میں والدین جواب دہ ہوں گی کہ ان کو راہ راست پر چلانے کے لئے کون سی تدابیر اختیار کئے گئے۔

آداب کی تعلیم

بچوں کو سنن، مستحبات اور اسلامی آداب پر عمل کرنے کا خوگر بنانے کے لئے ان احکامات کے ثمرات ونتائج بیان کرنے کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے، حقوق اللہ کیساتھ ساتھ حقوق العباد کی اہمیت اجاگر کرنا وغیرہ، جیسے احکامات کا بچوں کے سامنے بار بار کہنے سے ان کا اثر ضرور ان کے دل پر پڑیگا۔ شیر اور گیدڑ، کتے اور بلی کے قصے ان کو سنانے سے ان بچوں میں بھی ان جانوروں کی صفات پیدا ہوں گی۔ اسکی بجائے اگر انکو رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین، علماء، اتقیاء، اولیاء، مجاہدین اور شہداء کی شجاعت، اخوت علم وتقویٰ و بہادری اور خوف خدا پر مشتمل قصے اور کارہائے نمایاں سنائے جائیں تو ان کو انہی صفات کو اپنانے کی طرف راغب پائیں گے۔

جب بچے خود کو پہچانتے ہیں

ایک بزرگ عالم دین نے اپنے وعظ کے دوران مولانا رومیؒ کی حکایت نقل کی ہے کہ ایک چرواہے کو جنگل میں شیر کا بچہ ملا۔ اس نے پکڑ کر اس کی پرورش بھیڑ بکریوں کے ساتھ شروع کی' بھیڑ بکریاں عام طور پر بزدل ہوتی ہیں، شیر کا بچہ اس کمزور مخلوق کے درمیان رہنے کی وجہ سے انہی کے صفات بزدلی ونرم خوئی کے رنگ میں رنگ گیا۔ طبیعت ومزاج بھی کمزور جنس کی طرح ہوا۔ ایک دفعہ چشمہ میں پانی پیتے ہوئے اس نے اپنا عکس دیکھ کر معلوم ہوا کہ میں تو بھیڑ بکری نہیں بلکہ شیر کا بچہ ہوں۔ بھیڑ اور شیر کے عادات اور مزاج میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ یہ محسوس کرنے کے بعد وہ اپنے یعنی شیر کی طبیعت اور جبلت کی طرف لوٹ آیا تو اس نے اسی ریوڑ پر حملہ کر کے سب کو تہس نہس کر دیا، یہی کیفیت بچہ کی بھی ہے، اگر اسے بزدل، بداخلاق اور بے دین لوگوں کی صحبت ملی تو ان کے

عادات واطوار کا نمونہ بن جائے گا اگر نیک، دین پر مرمٹنے والے، اخلاق پیغمبری سے مالا مال اشخاص کی معیت ملی تو گوہر نایاب کی حیثیت سے سچا پکا اور صحیح العقیدہ مسلمان بن کر والدین اور تمام معاشرہ کیلئے نیک نامی کے ذریعہ گناہوں سے بچنے والا اور نیکیوں کا عادی بن جائیگا۔

صبر وتحمل کی تلقین

اگر کوئی سرپرست صرف یہ کہہ کر اپنی ذمہ داری سے بری ہونے کی کوشش کرے کہ میں نے تو اپنی اولاد کو صحیح راستہ پر چلنے کی تلقین کئی دفعہ کی مگر وہ راہ راست پر نہ آیا۔نجات کے لئے کافی نہیں۔ آخرت کا عذاب اور تباہی دنیا کی اذیت اور بربادی سے کئی ہزار گناہ زیادہ ہے، جبکہ مالک کائنات کا حکم ہے کہ اپنے آپ، اولاد اور اہل خانہ کو ایسی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔دنیا کی آگ اور تباہی جس کی آخرت کی آگ اور بربادی سے کوئی نسبت نہیں۔اس سے اپنے آپ اور اولاد کو بچانے کیلئے تو ہم لاکھ جتن کرنے پر تیار ہوجاتے ہیں تو کیا واقعی سرپرستوں نے اولاد کو جہنم کی آگ سے بچانے کیلئے وہ وسائل، کوششیں اختیار کیں جو کاوشیں اولاد کو دنیوی تکالیف سے بچانے کیلئے کرتے ہیں۔ جبکہ آخرت کے عذاب سے بچانے کے لئے اگر سردھڑ کی بازی لگانے کا موقع آئے تو اس سے بھی دریغ نہیں کرنا۔انبیاء صحابہ، تابعین ،صلحاء اور اولیاء کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوجائے گا کہ ان مقدس ہستیوں نے اپنے زیر کفالت افراد کو دین کی پٹری پر لانے کیلئے کتنی مساعی کئے ۔حضرت اسماعیلؑ کے بارہ میں باری تعالیٰ کا فرمان ہے: وکان یامر و اھلہ بالصلوۃ والزکوۃ ''حضرت اسماعیلؑ اپنے گھر والوں کو نماز اور زکوۃ کی (ادائیگی) کا حکم دیتے۔''

لقمان حکیم کی اپنے بیٹے کو وصیت

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کی تربیت اور اصلاح اس انداز میں کی جیسے کہ اللہ جل مجدہ کا ارشاد ہے: واذ قال لقمن لابنہ وھو یعظہ یبنی لاتشرک باللہ ''جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی کہ اے بیٹے اللہ کے ساتھ شریک مت ٹھہراؤ۔''

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے برخوردار کو دین حقہ اختیار کرنے کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا۔یٰبنی ان اللہ اصطفی لکم الدین فلا تموتن الاوانتم مسلمون۔''اے بیٹے! بیشک اللہ نے تم کو دین منتخب کردیا ہے' اس لئے تم مسلمان بن کر اس دنیا سے رخصت ہو' یہ وہ طریقے ہیں جسے انبیاء اور قرآن نے وعظ ونصیحت اور تربیت اولاد کے سلسلہ میں اختیار کرکے قیامت تک آنے والے

مسلمانوں کو اپنی اولاد کی اصلاح اسی انداز میں کرنے کی دعوت دی۔

عصری علوم ممنوع نہیں ہیں

اس لمبے بیان کا یہ مطلب نہیں کہ اپنی اولاد کو مکمل عالم بنانا لازمی ہے اور عصری و دنیوی علوم سے بالکل محفوظ رکھنا ہے، بلکہ اسلامی نقطہ نظر سے دنیا میں رہنے کے لئے شرعی حدود میں رہتے ہوئے عصری علوم سے باخبر رہنا بلکہ اس میں غیر مسلم اقوام سے بڑھ کر مہارت حاصل کرنا لازمی ہے۔ زندہ رہنے اور بدن میں قوت آنے کے بعد احکامات ربانی کی ادائیگی ہوگی، جس کے لئے کھیتی باڑی کرنا اس میں جدید ایجادات واکتشافات بھی کرنے ہوں گے۔ صحت حاصل کرنے اور بیماریوں سے بچنے کے لئے طب میں مہارت ضروری ہے۔ اپنے اور امت کے دفاع کے لئے اس دنیا کے نئی ٹیکنالوجی کو اختیار کرکے، ظالم کے ظلم سے بچا جاسکے گا۔ اسلام کہیں بھی ہاتھ پہ ہاتھ رکھنے کی تعلیم نہیں دیتا۔ اسلام دشمن عناصر کے اسلام پر کئے گئے شبہات ومتعصبانہ اعتراضات کیلئے انہی کی زبان کو سیکھ کر مدلل انداز میں جوابات دینے کی بھی ضرورت ہے۔ لیکن ان تمام دنیوی علوم وفنون کو حاصل کرنے کا تعلق صرف اسی دنیا تک محدود ہے۔ مسلم معاشرہ کے اولاد پر یہ لازم ہے کہ تمام جائز دینوی علوم کے اسلحہ سے مسلح ہوکر اپنے خطہ کو ایک ترقی یافتہ اور کفار واغیار سے بے نیاز باعزت، ایمانی قوت سے بھرپور، بہادر و جانثار اسلام کی عزت وعظمت کے لئے مرنے مٹنے والے افراد کی حیثیت سے اس دنیا میں زندگی گزاریں۔ یہ سب کچھ تب ہوگا کہ والدین ان کے بچپن ہی سے نشوونما شعور کے دور ہی سے ان کو اسلام کے بنیادی اور اہم عقائد مثلاً توحید، رسالت، انبیاءؑ صحابہ، والدین، عظمت قرآن کی تعلیم، امانت و دیانت، سچائی، گناہوں سے پرہیز، نیکیوں پر عمل پیرا، قیامت، قبر کے سوال وجواب وغیرہ سے ان کے قلب و دماغ میں دین کی حقانیت اجاگر کردیں۔ پھر جیسے لوگوں سے ان کا واسطہ زندگی میں پڑیگا۔ جس معاشرہ میں رہنا ان کی قسمت میں مقدر ہو، صراط مستقیم سے ان کو لادینی کی طرف لانے کا نہ خطرہ رہے گا اور نہ خوف۔ آپ حضرات نے جب ان کو ایک اچھا اور مثالی مسلمان بنانے میں اس انداز سے کوشش کی تو یہی اولاد آپ کے لئے زندگی میں بھی خیر کا ذریعہ اور تمہارے مرنے کے بعد بھی رفع درجات اور مغفرت کی دعائیں کرنے والا صدقہ جاریہ ثابت ہوگا۔

خالق کائنات ہمیں اور آپ سب کو اپنے بچوں کی اسلامی تعلیم ومعاشرہ اور ماحول میں پرورش کرنے کی توفیق نصیب فرمائے (امین)

(قسط ۹) شیخ الحدیث مولانا انوار الحق صاحب
مہتمم جامعہ حقانیہ و نائب صدر وفاق المدارس

دارالعلوم دیوبند کے عظیم جشن بہاراں کا ایک منظر

صد سالہ اجتماع دارالعلوم دیوبند کے لیے سفر کی دلچسپ روئیداد

واپسی کے انتظامات

والد صاحب اور ہم سب ساتھیوں کا ارادہ تھا کہ اسی دن شام کسی گاڑی سے واپس ہونے کا بندوبست ہوجائے اس لئے ہم نے صبح ہی سے جمعیۃ العلماء ہند کے سیکرٹری حضرت مولانا اسرار صاحب جو کہ انتہائی خلیق ، ملنسار اور مخلص شخص تھے ، کو اپنے ٹکٹوں وریزرویشن وغیرہ امور سونپ کر روانہ ہوئے تھے اور ان کے ساتھ مولانا نسیم اللہ کو اس کام پر لگادیا تھا ۔ اسی پروگرام کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم نے بھی اس سیروتفریح کے پروگرام کو مختصر اور عجلت سے نمٹانے کا ارادہ کرلیا۔ کیونکہ کچھ وقت تو ٹکٹوں کے معلومات اور دفتر پہنچ کر تیاریوں وغیرہ میں گزارنا تھا۔

قطب مینار

یہاں سے امرائے سابقہ یعنی قطب الدین ایبک کے بنائے ہوئے مشہور یادگار قطب مینار کی طرف روانہ ہوگئے جو کہ یہاں سے بالکل قریب تھا۔ حضرت والد صاحب کو اندر پیدل داخل ہونا مشکل تھا اس لئے ہم مینار دیکھنے چلے گئے ، مینار کے قرب میں سلطان التمش کا مزار بھی ہے۔ وہاں بھی قریباً تین بجے حاضری کے بعد اپنے منزل واپس جانے کا ارادہ کیا اور طے یہ ہوا کہ دہلی کے مزید اہم مقامات اور عمارتوں کو چلتے چلتے دیکھا جائے ۔ اور اس کے لئے ان ہی اطراف کے راستے اختیار کرلئے۔ واپسی میں جاتے ہوئے دہلی کے مشہور بازار کناٹ پیلس ، جنتر منتر ، راجیہ سبھا لوک سبھا ، راستو پتھی بھون ، انڈیا گیٹ ، ایشیاء کا سب سے بڑا گول چوک سپریم کورٹ آف انڈیا۔ اسٹیٹ بینک آف انڈیا ، عمارتوں سے گزرتے ہوئے واپس قریباً چار بجے دوپہر دفتر جمعیۃ میں پہنچے۔ دفتر پہنچ کر معلوم ہوا کہ آج رات کیلئے ٹکٹوں کی ریزرویشن کا بندوبست نہ ہوسکا اب فیصلہ یہ ہوا کہ کل یعنی ۲۷

مارچ کورات کسی گاڑی سے واپسی کی کوشش کریں گے۔ اس دن بقیہ وقت ہم نے جمعیۃ کے دفتر اور دہلی کے مختلف اطراف میں پھرتے ہوئے گزاردی اور شام کے بعد میں اور مولوی آج کیلئے جو ٹکٹ لئے گئے تھے ان کی واپسی کیلئے نئی دہلی کے اسٹیشن گئے مگر یہ کہا گیا کہ ان کی واپسی اب پرانی دہلی کے اسٹیشن سے ہوگی۔ پرانی دہلی کے اسٹیشن پر آج کے لئے لیے گئے ٹکٹ کینسل کردیئے۔ رات جمعیۃ کے دفتر میں گزارنے کے بعد صبح سویرے یعنی ۲۷ مارچ کی رات کو جانے کیلئے ٹکٹوں اور ریزویشن کا کام دوبارہ مولانا اسرار صاحب کے ذمہ لگادیا اور اس دن قاری لعل محمد کو اسٹیشن وغیرہ جانے کیلئے ان کے ساتھ متعین کردیا۔

پاکستانی سفیر کا عشائیہ

اس رات یعنی ۲۶، ۲۷ مارچ کے درمیانی رات پاکستانی سفیر نے حضرت مفتی صاحب اور والد صاحب ودیگر مہمانوں کے اعزاز میں رات کے عشائیہ کا اہتمام کیا تھا جس میں حضرت والد صاحب نے بھی شرکت کی۔ صبح ۲۷ مارچ کو قریباً گیارہ بجے میں اور حاجی ممتاز خان کچھ سامان وغیرہ خریدنے کیلئے چاندنی چوک گئے اور قریباً ساڑھے بارہ بجے دوبارہ جمعیۃ کے دفتر کو واپس پہنچے۔ یہ دن چونکہ دہلی میں اب گزارنا تھا اس لئے اس قیمتی وقت سے فائدہ لیتے ہوئے تین بجے دہلی کے مشہور چڑیا گھر دیکھنے گئے۔ چڑیا گھر کی سیر وتفریح سے فارغ ہوکر دہلی کے مشہور بازار یعنی پالیکا بازار جو کہ زیر زمین ہے اور اوپر سے مٹی کا صرف ایک ڈھیر نظر آتا ہے اور اندر اتر کر دیکھا کہ وہ یورپ کے مارکیٹوں کے طرز پر بنا ہوا ایک خوبصورت بازار تھا جس میں سینکڑوں دکانیں تھیں اور زیادہ تر خریدار غیر ملک سے آئے ہوئے اور موجود سفارت کار ہی پھرتے تھے کیونکہ یہاں ہر وہ چیز جس کا نرخ مثلاً عام بازاروں میں ۲ روپے تھی تو یہاں اس چیز کی قیمت ۲۰ روپے تھی۔

پاکستان واپسی کی تیاری

پانچ ساڑھے پانچ بجے تک وہاں گھومنے کے بعد واپس اپنی اقامت گاہ آگئے۔ اب باہر جانے کے ارادے ترک کردیئے کیونکہ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضرت والد صاحب اور بعض دیگر ساتھیوں کیلئے بمبئی سے آنے والے فرنٹیر میل میں فرسٹ کلاس اے سی کے سیٹ ریزرو ہوچکے ہیں اور رات کو نو بجے گاڑی سے روانہ ہونا ہے سیٹ کے ریزویشن کیلئے غالباً حضرت مولانا اسرار صاحب کو

ریلوے کے سیکرٹری وغیرہ سے بات کرنی پڑی جب کہیں جا کر ان سیٹوں کا بندوبست ہوا تھا۔ سامان وغیرہ بندھوانے اور اکٹھا کرنے کے مراحل شروع کردیے۔ پاسپورٹ اپنے گروپ کے جمع کر کے حافظ مولانا لطف الرحمن جہانگیروی کو دیدئے کہ جمعیۃ کے دفتر کے قریب ہی آئی ٹی کے عمارت میں عارضی اور خصوصی طور سے کھولے گئے ۔ دیوبند آنے والوں کے خروج اور دخول کا مہر لگانے والے دفتر میں پاسپورٹ پہنچا کر خروج کا مہر لگوادیں ۔ شام کے قریب وہ اس کام سے فارغ ہوگئے اور ہم نے تیاری مکمل کردی، شام کے بعد قریباً ساڑھے سات بجے دوتانگے منگوا کر سارا سامان اس میں ناظم صاحب مولانا سلطان محمود اور حافظ لطف الرحمن کی امارت میں بمع چند ساتھیوں سٹیشن بھیجا گیا۔

ریلوے سٹیشن کے لیے روانگی

سوا آٹھ بجے ہم باقی رہنے والے ساتھی حضرت والد صاحب کی معیت میں دوٹیکسیوں کے ذریعے پرانی دہلی سٹیشن پر روانہ ہوگئے۔ جیسے کہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ انڈیا جو کہ دنیا میں چین کے بعد آبادی کے لحاظ سے دوسرے نمبر پر ہے۔ لوگوں کی نقل وحرکت کا زیادہ تر ذریعہ ریل گاڑیاں ہیں۔ اس لئے سٹیشنوں پر بے پناہ ہجوم اور دھکم پیل ہوتی ہے۔ والد صاحب کیلئے پیدل چلنا دشوار تھا مگر بامر مجبوری انہوں نے بھی سٹیشن میں ایک طویل پل عبور کی اور مقررہ پلیٹ فارم پر پہنچ گئے۔ گاڑی پہنچ چکی تھی ۔ چڑھنے والوں کا ایک سیلاب نظر آرہا تھا۔ والد صاحب اور ایک دوسرے ساتھی کیلئے تو فرسٹ کلاس میں ریزرو ہو چکی تھی وہ تو اس میں تشریف فرما ہوئے اور باقی آٹھ نو ساتھی انتہائی بے سروسامانی سے اپنے اپنے سامان کندھوں پر اٹھائے گاڑی کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دوڑ رہے تھے کہ کہیں ڈبے میں گھسنے کی جگہ تک مل جائے آگے دیکھا جائے گا۔ اتنے میں بعض ساتھیوں نے پولیس کے ایک سپاہی سے مل کر اور مزید دس روپے فی سیٹ بطور رشوت (جیسے کہ پاکستان میں بھی معمول ہے) دیگر سیٹیں بک کرلیں ۔ ریل کی ایک بوگی پولیس والوں نے پہلے سے اس دھندے کیلئے مخصوص کر رکھی تھی اور کھڑکیاں اور دروازے مکمل بند تھے ۔ اگر یہ صورت نہ نکلتی تو خدشہ یہ تھا کہ اس گاڑی میں چڑھنا بھی ہمارے لئے بھی قریباً ناممکن تھا۔ ہمیں اسٹیشن تک چھوڑنے کیلئے بھائی مولانا سمیع الحق اور شفیق الدین فاروقی بھی آئے تھے ۔ ان کا ویزا چونکہ آزاد تھا اس لئے ان کا پروگرام انڈیا میں مزید کچھ دن ٹھہرنے اور بعض مقامات کو دیکھنے کا تھا۔ (جاری ہے)

(قسط ۸۴) مرتب: مولانا حافظ عرفان الحق اظہار حقانی

استاد دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ کی ذاتی ڈائری

۱۹۸۸ء کی ڈائری

عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق شہیدؒ آٹھ نو سال کی نوعمری سے معمولات کی ڈائری لکھنے کے عادی تھے۔ ان ڈائریوں میں آپ اپنے ذاتی اور عظیم والد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ کے معمولات شب و روز اور اسفار کے علاوہ اعزہ و اقارب، اہل محلہ و گرد و پیش اور ملکی و بین الاقوامی سطح پر رونما ہونے والے احوال و واقعات درج فرماتے، آپکی اولین ڈائری ۱۹۴۹ء کی لکھی ہوئی ہے۔ جس سے آپ کا ذوق اور علمی شغف بچپن سے عیاں ہوتا ہے۔ احقر نے جب ان ڈائریوں پر سرسری نگاہ ڈالی تو معلوم ہوا کہ جابجا دوران مطالعہ کوئی عجیب واقعہ، تحقیقی عبارت، علمی لطیفہ، مطلب خیز شعر، ادبی نکتہ، اور تاریخی تجوبہ آپ نے دیکھا تو اسے ڈائری میں محفوظ کرلیا۔ اس پر دل میں خیال آیا کہ کیوں نہ مطالعہ کے اس نچوڑ اور سینکڑوں رسائل اور ہزارہا صفحات کے عطر کشید کو قارئین کے سامنے پیش کیا جائے جس سے آئندہ آنے والی نسلیں اور اسیرانِ ذوق مطالعہ استفادہ کرسکیں۔ تاہم یہ واضح رہے کہ نہ تو یہ مستقل کوئی تالیف ہے اور نہ ہی شائع کرنے کے خیال سے اسے مرتب کیا گیا ہے۔ اسلئے ان میں اسلوب کی یکسانیت اور موضوعاتی ربط پایا جانا ضروری نہیں۔ یاد رہے کہ یہ ڈائریاں ایک طرف حضرت مولانا عبدالحقؒ اور شیخ الحدیث مولانا سمیع الحق شہید کے احوال و سوانح کے لئے بھی ایک بنیادی و اہم ماخذ کی حیثیت رکھتے ہیں تو دوسری طرف دارالعلوم حقانیہ کی تاریخ اور شب و روز بھی اس میں کافی حد تک محفوظ ہو چکے ہیں...... (مرتب)

مولانا محمد سالم قاسمی، مہتمم وقف دارالعلوم دیوبند

ریڈیو کے ذریعہ استاذ محترم، استاذ الاساتذہ عارف باللہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے حادثہ وفات کی المناک اطلاع کو والم بن کر گری انا للہ وانا الیہ راجعون۔ چونکہ راقم ناکارہ کی عاصی نگاہوں نے بہت سے حضرات اکابر رحمہم اللہ کی زیارت کا شرف اپنی تہیدستی کے باوجود حاصل کیا ہے، اس لئے حضرت الاستاذ مولانا عبدالحق صاحب نور اللہ مرقدہ کی وفات حسرت آیات کی پر الم اطلاع سن کر یہ محسوس کرتا ہوں کہ مرجع الافاضل، فخر الاماثل، حکیم الاسلام حضرت مولانا محمد طیب صاحب، نمونہ علم وحلم مولانا محمد ادریسؒ کی قرآنی بصیرت، حضرت مولانا اعزاز علیؒ کی ادب آموز سلاست، حضرت اقدس مولانا سید اصغر حسین میاں صاحب کی پرتاثیر وقت نظر سے

آج یک دم ہم خدام محروم ہوگئے۔ اس لئے کہ یہ حقیقت ہر مبالغہ سے خالی ہے کہ صرف انہی اکابر ہی کی نہیں بلکہ اور دیگر اکابر کی بھی علمی اور معنوی خصوصیات وامتیازات کو اللہ تعالی نے اپنے خصوصی فضل وکرم سے اس برگزیدہ ذات میں جمع فرمادیا تھا، حق تعالی حضرت کو اعلیٰ علیین میں مقام کریم عطا فرمائے۔ حضرت مرحوم ایک جبل علم تھے، اس لئے ان کی جدائی کا حادثہ فاجعہ آں محترم یا آپ کے مؤقر خاندان ہی کا نہیں بلکہ ملت اسلامیہ کی پوری علمی برادری کا ایک نا قابل تلافی نقصان عظیم ہے، آپ کے لئے اور جملہ خانوادۂ کریمہ کے لئے صبر و اتباع کی مخلصانہ دعاؤں کے ساتھ "کل نفس ذائقة الموت" کے پیش نظر اس کے سوا کیا عرض کیا جاسکتا ہے

فلک جام، جہاں ساقی، اجل مے   خلائق بادہ کوش مجلس دے
خلاصی نیست اصلاً ہیچ کس را   ازیں جام وازیں ساقی ازیں مے

وقف دارالعلوم دیوبند میں حضرت اقدس قدس سرہ العزیز کیلئے ایصال ثواب ودعائے مغفرت کی گئی۔

مولانا انظر شاہ مسعودی دیوبند فرزند علامہ انور شاہ کشمیریؒ

کل گذشتہ ''پاکستان ریڈیو'' نے آپ کے والد ماجد نور اللہ مرقدہ کے سانحہ رحلت کی المناک خبر دے کر علمی حلقوں کو ایک گہرے صدمہ میں ہمیشہ کے لئے مبتلا کردیا، آپ کے ملک کے مرحوم صدر صاحب کے بعد یہ دوسرا دردانگیز سانحہ ہے، جس کا الم وکرب، علم ودانش، دین ودیانت، ثقاہت ورزانت سے تعلق رکھنے والے شدت سے محسوس کرتے رہیں گے۔ وہ صرف آپ کے باپ نہیں تھے بلکہ جماعت علماء کے روحانی باپ تھے، برصغیر کے دانشوروں کو ان کے ظل شفقت سے محرومی ہوگئی، پاکستان میں دیوبندیت کی بنیاد ہل گئی۔ اسلاف کا نمونہ منظر عام سے ہٹ گیا۔ قدیم بزرگوں کی تصویر غائب از نظر ہوئی، زہد واتقا، توکل واستغناء، کے آبدار وتابدار گوہر سے کائنات محروم ہوگئی۔

خدا تعالی قلوب کو اس عظیم صدمہ کے برداشت کی توفیق عطا فرمائے، مرحوم کو دیکھ کر بزرگوں کی یاد تازہ ہوتی تھی، ان کی مجلس میں روح سکون محسوس کرتی تھی، قحط الرجال کا دور ہے انکا وجود تاریکیوں میں منارۂ نور تھا، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ، آج صبح دارالعلوم وقف میں جلسۂ تعزیت اور ایصال ثواب کیلئے مجلس ہوئی ظہر کے بعد بھی مرحوم کیلئے دعاو ترقی درجات آخرت کا اہتمام کیا گیا۔

مولانا محمد تقی عثمانی، (جسٹس وفاقی شرعی عدالت پاکستان)

حضرت قدس سرہ کے سانحۂ وفات کی خبر دل و دماغ پر بجلی بن کر گری، اناللہ وانا الیہ

راجعون حضرت کی ذات بابرکات ہم سب کے لئے ظلمتوں کے اس گرداب میں وہ عظیم سہارا تھی، جس کے تصور ہی سے قلب میں تسکین اور ٹھنڈک کا احساس ہوتا تھا۔ اکابر کے سائے ایک ایک کر کے اٹھ چکے ہیں، حضرت کا تصور کر کے اپنے عہد کے افلاس کا احساس کم ہوتا تھا، اکابر کے سائے ایک ایک کر کے اٹھ چکے ہیں، حضرت کا تصور ہی سے قلب میں تسکین وٹھنڈک کا احساس ہوتا تھا۔ اکابر کے سائے ایک ایک کر کے اٹھ چکے ہیں۔ آج یہ مبارک سایہ بھی سے سے اٹھ گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دل میں خواہش تھی کہ نماز جنازہ میں شمولیت کی سعادت حاصل ہوجاتی، لیکن اطلاع رات کو ایسے وقت ملی کہ پہنچنا ممکن نہ تھا اور اس طرح اس سعادت سے بھی محرومی رہی۔ ہماری طرح دارالعلوم کے اساتذہ وطلبہ اس حادثے سے بے حد متاثر ہیں اور سب یہ محسوس کر رہے ہیں کہ وہ یتیم ہوگئے ہیں۔ تدفین والے دن دارالعلوم میں تعطیل کر کے ایصال ثواب کا اہتمام ہوا۔ تمام اساتذہ و طلبہ شریک تھے اور سب سوگوار وغمزدہ، یہ شعر تو بار بار پڑھا بھی تھا اور متعدد مواقع پر استعمال بھی کیا لیکن اپنے ملک کے حالات کے پیش نظر یوں محسوس ہوا کہ اس کا صحیح مصداق آج پیش آیا ہے کہ

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی   اک شمع رہ گئی تھی، سو وہ بھی خموش ہے

حضرت کی عنایات اور شفقتیں اور ان کا نور مجسم وجود نگاہوں کے سامنے ہے، ایک ایک کر کے حضرت کی شفقتیں یاد آرہی ہیں جب اپنا حال یہ ہے تو آپ اور دوسرے بھائیوں، اہل خانہ اور اہل مدرسہ کی جو کیفیت ہے وہ ظاہر ہے خاص طور سے آپ کے عظیم صدمے کے ساتھ جو گراں بار ذمہ داریاں آپ پر آگئی ہیں ان کا تصور بھی روح فرسا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو جن صلاحیتوں سے نوازا ہے اور جس تواتر کے کیساتھ حضرت کی صحبت سے فیض یاب کیا ہے، اس کے پیش نظر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید ہے کہ وہ اس صدمے کو سہارنے اور ان ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کی توفیق بھی مرحمت فرمائیں گے۔ جب وہ کوئی صدمہ یا ذمہ داری دیتے ہیں، تو پھر مدد بھی فرماتے ہیں، حضرت کی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں جن کی موجودگی میں آپ ان شاء اللہ تنہا نہیں رہیں گے۔

احقر چونکہ ایسے حادثے سے پہلے دوچار ہو چکا ہے اس لئے اس کی سنگینی کا پورا احساس ہے اور تسلی و تعزیت کے لئے آپ سے کچھ کہنا لقمان کو حکمت سکھانے کے مترادف ہے، لیکن میں اپنا ذاتی تجربہ عرض کرتا ہوں کہ صدمے کی ایسی شدت کے باوصف حضرت والد صاحبؒ کی وفات کے بعد میں نے کبھی اپنے آپ کو تنہا محسوس نہیں کیا۔ اور اب بھی ایسا محسوس ہوتا ہے کہ حضرت والد صاحب قدس سرہ کہیں موجود ہیں اور انکی رہنمائی حاصل ہے امید ہے کہ ان شاء اللہ آپ کیساتھ بھی ایسا ہی ہوگا

خیر من العباس اجرک بعدہ　　　　والله خیر منك للعباس

مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی (مدیر الفرقان لکھنؤ، حال لندن)

غالباً ۸ ستمبر کا "جنگ" تھا جس میں میں نے استاذ مخدوم ومحترم کی رحلت کی خبر پڑھی اور دل مکوس (مغموم) ہوکر رہ گیا کہ مجھے نہ جانا تھا اور نہ جاسکا اور حضرت چل دیئے کہ اب ہماری ملاقات کے لئے موت کے پل سے گزر کر آؤ، رحمه الله تعالیٰ الابرار الصالحين۔

جن چند یادوں سے میرے بجھے ہوئے دل کی رونق تھی ان میں سے ایک یاد حضرت والا کے اس دور کی بھی تھی، بلکہ ہے، جب میں حضرت کے حلقۂ درس میں ایک طالبعلم تھا اور اس معنی میں خوش نصیب طالب کہ مجھے تو اکثر طلبہ کی طرح حضرت سے محبت تھی، حضرت بھی میرے ساتھ محبت و شفقت کا معاملہ کرتے تھے۔ میں نے شاید آپ سے کہا بھی تھا کہ پاکستان جانے کی اگر خواہش ہوتی ہے تو اس کے محرکات میں سے جذباتی محرک صرف حضرت (علیہ الرحمۃ) کی زیارت کا جذبہ ہوتا ہے۔ ۴۷ء نے جو تقسیم کیا تو پھر صورت ہی کو ترس گئے، کیا معصوم اور دلنواز ایک شرمیلی سی مسکراہٹ چہرے پر رہتی تھی

ع　　اب اسے ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

اللہ بال بال مغفرت فرمائے اور اکرام کے اعلیٰ درجات سے نوازے، فرشتہ صفت انسان پورے معنی میں ایک ہی دیکھنا یاد ہے، اللہ آپ کو ان کا پورا جانشین بنائے اور کسی معنی میں بھی جگہ خالی نہ رہنے پائے۔

مولانا قاضی عبدالکریم کلاچی

انا لله وانا اليه راجعون فلله ما اخذوله وما اعطى وكل شيء عنده باجل مسمى فلتصبر ولتحتسب وان المصاب من حرم الثواب۔

حضرت شیخ کے وصال پر شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہ سے مستعار لے کر وہی شعر عرض کروں گا جو حضرتؒ نے حضرت مفتی اعظم مولانا کفایت اللہ صاحبؒ کے وصال پر فرمایا تھا اور وہ یہ کہ ۔

زیں ماتم او سپہر بتانوں گریستے　　　　از چشم اختراں ہمہ شب خوں گریستے

حضرت کی زندگی دیکھ کر یوں کہنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اب آپ اٹھتر سالہ شب و روز کی دینی محنتوں اسلامی خدمات، مجاہدانہ سرگرمیوں اور نیم شب کے گرد گرم سرد آہوں کا صلہ اور مزدوری وصول کرنے بارگاہ رب کریم میں تشریف لے گئے ہیں اور اب والله حسيبه مثقال ذرة خيرا يره

کے ماتحت آپ پائی پائی کا حساب وصول فرمارہے ہیں، فھنیئاً له ثم هنیئا۔

علمی تدریسی، تقریری اور تحریری خدمات تو آپ کے اظہر من الشمس ہیں، لیکن نفاذ شریعت کے لئے آپ اس خدمت میں بالکل ہی منفرد ہیں، کہ پاک پارلیمنٹ میں کفر والحاد اور غیر اسلامی ازموں کی ہمہ جہتی یلغار میں آپ نے شریعت محاذ کی بنیاد ڈال دی ہے۔ اب ملک میں جو کوئی جب بھی جس قسم کی خدمت انجام دے گا، شریعت محاذ ہی اس کی مضبوط بنیاد ثابت ہوگی۔ جہاد افغانستان کا لہولہان میدان آپ کے ارشد تلامذہ کے ایمانی جرأت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

روسی افواج کو ذلیل واپسی اور اندرون ملک نفاذ شریعت کے لئے شریعت محاذ کی شکل میں صحیح راستہ کی نشاندہی اور پھر اپنے ارشد تلامذہ دورِ حقانیہ کے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اور زمانہ دارالعلوم دیوبند کے قاضی عبداللطیف صاحب سے شریعت بل پیش کرانے اور پھر متحدہ شریعت محاذ کی صدارت کر کے قوم کی صحیح مذہبی سیاسی اور روحانی راہنمائی کر دینے کے بعد آپ کو اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں فسبح بحمد ربك واستغفره کی صدائے حقانی آخر کیوں نہ پہنچتی، ان فتوحات کی تخم ریزی کے بعد تو آپ کا ناسوتی دنیا میں رہنا خلاف سنت سا معلوم ہوتا۔

اللهم فتغمده بغفرانك واسكنه بحبوحة جنانك واللهم فلا تحرمنا اجره ولا تفتنا بعده اب افغانستان میں مجاہدین کے ذریعہ صحیح اسلامی حکومت قائم کرانا اور پاکستان کے تمام عدالتوں کو ظلم و عدوان اور کفر و طغیان کے ظالمانہ قوانین سے نجات دلانا اور ان کی جگہ جمہوری تقاضوں کے عین مطابق فقہ حنفی کی تشریح وتفصیل کے ساتھ قرآن وسنت کے عادلانہ قوانین کو نافذ کرانا آپ کے لائق تلامذہ، مخلص معتقدین اور غیر اسلامی سیاست کی نجاست سے پاک ذہن اور نیک طینت متوسلین کا اولین فریضہ بنتا ہے۔

وفقنا الله واياهم لما يحب ويرضاه وعصمنا و اياهم من الغى والميل الى الشيطان۔

نجم المدارس، کلاچی تین دن تک قرآن مجید کے ختم ایصالاً للصواب ہوتے رہے۔

مولانا محمد صادق صاحب (مترجم فتاویٰ عالمگیری)

بڑے حضرت جی کے سانحہ انتقال سے یہاں ہم سب کو ازحد افسوس ہوا، انا للہ وانا الیہ راجعون علم و زہد کی دنیا میں ایک بہت بڑا خلا پیدا ہوگیا ہے، اسلام کا ایک بہت بڑا جرنیل رخصت ہوگیا ہے، جنہوں نے لامحدود مجاہدین سر بکف تیار کئے جنہوں نے علوم دینیہ کی ایسی قندیلیں روشن کیں

جو رہتی دنیا تک فروزاں رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے، اور درجات بلند فرمائے۔ اللھم لاتحرمنا اجرہ و لا تفتنا بعدہ والحقہ نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت مولانا محمد موسیٰ البازی (جامعہ اشرفیہ لاہور)

حضرت شیخ المشائخ کی رحلت یقیناً ایک عظیم ملی، دینی، قومی حادثہ کارثہ ہے، آپ کے والد تھے باعتبار ظاہر اور ہمارے والد و مربی تھے روحاً وعلماً ودیناً واخلاقاً اس غم میں ہم آپ کے ساتھ شریک ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جناب کے والد شیخ المشائخ کی رحلت سے ہم علماء بلکہ جمیع اہل پاکستان ظل رحمۃ اللہ و برکات اللہ سے محروم ہوئے اور یتیم ہوئے۔

نموت جمیعاً کلّنا غیر ما شك لا و لا احدٌ یبقیٰ سوی مالك الملك

یہ دنیا دار فراق ہے، اللہ تعالیٰ دار القرار جنت الفردوس میں شیخ المشائخ مرحوم کی صحبت و لقا ہمیں نصیب فرمائے۔ آمین۔ حضرت الشیخ اگر چہ بظاہر ہم سب سے جدا ہوئے، لیکن ایسے بزرگ حیات جاودانی سے سرفراز ہوتے ہیں، حضرت المرحوم المغفور آثار صالحات مکارم باقیات، دارالعلوم حقانیہ خدمات خدمات علمیہ، دینیہ، قومیہ، ہزارہا تلامذہ تلامذہ تلامذہ وان سلفوا وبعدوا، تصانیف وامالی قیمہ، ان کے علاوہ آپ جیسے جانشین عالم کامل عامل صالح جامع فضائل وفواضل شتّی کے پیش نظر زندہ تابندہ ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو ہمت وتوفیق دے تاکہ آپ کے ذریعہ اسوۂ حقانیہ، مکارم حقانیہ، فیوض حقانیہ دارالعلوم حقانیہ کا سلسلہ قائم ودائم رہے، آمین۔

میں آپ کے لئے دعا گو ہوں، حضرت شیخ مرحوم کے بعد آپ کا وجود موجب طمانینہ قلب و سکون ہے، آپ سے بھی دعا کی درخواست کرتا ہوں۔

مولانا محمد قاسم قاسمی (جامعہ قاسم العلوم فقیر والی)

آنجناب کے والد ماجد استاذ الاساتذہ شیخ المشائخ حضرت اقدس مولانا عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سقی اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ کی وفات حسرت آیات اور انتقال پر ملال کی اندوہگین اور المناک خبر سن کر دل ودماغ پر جو گزری، قلب وجگر پر جو بیتی اس کی تعبیر سے زبان ودہان یکسر عاجز اور اس کی تحریر وتصویر سے قلم قاصر ہے، اس حادثہ فاجعہ نے دل ودماغ کو ہلا کر رکھ دیا، قلب پر ایک برق سی گرتی ہوئی محسوس ہوئی، دل کی دنیا میں ویرانی کا احساس بڑی شدت اور حدت سے ابھرا۔

حضرت شیخ الحدیث مرحوم و مغفور جو کل تک ہم میں موجود تھے، جن کی ذات قدسی صفات سے علوم و معارف کے چشمے پھوٹ رہے تھے، جن کی زبان فیض ترجمان ہر وقت قال اللّٰہ و قال الرسول کی سامعہ نواز صداؤں سے ترس رہی تھی، جن کی زبان کی حلاوت اور شیرینی ادا و مخالفین کے قلوب کو موہ لیتی تھی، جو علوم و فضل کا بحر بیکراں تھے، جو ذہانت و فطانت کا پیکر تھے، جو اخلاق عالیہ کا ایک نادر نمونہ تھے، جو اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر پوری طرح گامزن تھے، جن کی زندگی اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے وقف تھی، جن کے دل کی ہر دھڑکن، جن کے دماغ کی ہر سوچ، جن کے قدم کے ہر حرکت اسلام اور محض اسلام کے لئے تھی، جن کے دل کی دنیا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آباد و شاداب تھی، جن کی اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت کے لئے عظیم الشان اور فقید المثال خدمات تاقیامت تاریخ کے آسمان پر درخشندہ و تابندہ رہیں گی۔

حضرت شیخ ایک عظیم شخصیت کے مالک تھے، جو اپنی ذات میں ایک انجمن ایک ادارہ اور ایک مؤتمر تھی، جن کے فیوض و برکات سے ایک عالم مستفید ہوا، جنہوں نے اپنی بے پناہ کوشش و کاوش، غیر معمولی تگ و دو اور محنت و ریاضت سے ایک چھوٹے سے ادارہ کو ایک عظیم و جلیل ادارہ کا روپ دیا جو پاکستان کی سرزمین پر ثانی دارالعلوم دیوبند بن کر جلوہ گر ہوا، جس سے لاکھوں طلبہ مستفید ہوئے، جس سے ہزاروں علماء پیدا ہوئے، جس سے سینکڑوں مشائخ نے استفادہ کیا جو پاکستان کی سوہنی دہرتی پر تعلیمات اسلامیہ کے ایک ایسے جلیل المرتبت ادارہ کی شکل میں متشکل و جلوہ گر ہوا جس کی نظیر ناپید ہے، مولانا کی وفات سے مذہبی اور دینی حلقوں میں ایک زبردست خلا پیدا ہو گیا ہے جس کا پر ہونا بظاہر محال و ناممکن ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ علیین میں مقام رفیع پر فائز فرمائیں اور کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائیں، پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل سے نوازیں، آمین یارب العالمین۔

احقر، جمیع اساتذہ تلامذہ اور عملہ آن جناب کے اس غم میں برابر کے شریک و سہیم ہیں۔

مولانا اللہ یار ارشد تحریک تحفظ ختم نبوت، ربوہ

مرحوم کی وفات سے مذہبی طبقہ خصوصاً دیوبندی مسلک کے افراد یتیم ہو گئے ہیں، مرحوم کی ملی و ملکی خدمات تاریخ کا سنہری باب ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور مرحوم کے لواحقین کو صبر جمیل کے ساتھ ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ڈاکٹر احمد رضا پیرزادہ، ماہر امراض چشم، راولپنڈی

مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ کا انتقال ہم سب کے لئے بے حد اور بڑا عظیم نقصان ہے، ایک بڑے اور نہایت نیک شفیق اور بہت بلند پایہ عالم دین سے ہم محروم ہو گئے، ان کی عظمت کا اندازہ سبھی کو ہے مگر جس محبت اور شفقت سے وہ مجھے نوازا کرتے تھے وہ میں کبھی نہیں بھولوں گا۔ ایک بہت بڑا مینار علم اور چراغ دین بجھ گیا، اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ مولانا کو اپنے دیار رحمت میں جگہ دے اور ان کے درجات بلند تر فرمائے، آمین۔

قاری محمد یوسف (سنی مجلس عمل صوبہ سرحد)

مجھے صد افسوس ہے کہ وقت کے ایک عظیم قائد اور قطب دوراں کے جنازے سے محروم رہا۔ بوجہ اسارت ہری پور جیل، ہم بتیس آدمی سنی ایکشن کمیٹی ڈیرہ اسماعیل خان جیل میں ہیں جب کہ ہمارے دل حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی جدائی سے رو رہے ہیں۔ آج ہم سے علوم نبویہ کا ایک سورج غروب ہو گیا ہے، اللہ تعالیٰ ان کو کروٹ کروٹ جنت کے اعلیٰ مقام پر فائز فرمائے، ہم آپ کے صدمہ میں برابر کے شریک ہیں اللہ کریم جناب اور تمام اہل خانہ کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔

امین طارق (آزاد جموں وکشمیر یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک سٹڈیز)

استاذ محترم حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کی خبر سے دلی صدمہ ہوا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ صرف آپ کا اور آپ کے خاندان کا صدمہ نہیں بلکہ حضرت کے ہزاروں تلامذہ اور لاکھوں ارادت مندوں کا رنج وغم ہے، اور عالم اسلام بالعموم اور پاکستان بالخصوص ایک دینی رہنما سے محروم ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائے اور سوگوار خاندان اور ان کے عقیدت مندوں کو صبر اور اس کا اجر عطا فرمائے اور سب کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق دے۔

مولانا عبداللہ (مہتمم قاسم العلوم ملتان)

قدوۃ السالکین شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب قدس سرہ العزیز کی محبت و شفقت قاسم العلوم ملتان کے ساتھ خصوصی تھی، جب بھی ملتان تشریف لاتے تو جامعہ قاسم العلوم کو اپنے برکات وفیوضات سے ضرور سرفراز فرماتے۔ جامعہ قاسم العلوم سے آپ کا قلبی تعلق تھا، اب جامعہ قاسم العلوم بھی آپ کی دعاؤں سے محروم ہو گیا ہے۔

تعزیتی اجلاس میں قرآن خوانی کے بعد آپ کو دینی، ملی اور ملکی خدمات کو خراج تحسین پیش

کیا گیا، جامعہ کے جملہ مدرسین نے آپ کی وفات کو عالم اسلام کا نا قابل تلافی نقصان قرار دیا۔

اجلاس میں مولانا محمد اکبر صاحب، مولانا محمد امین صاحب، مولانا مفتی محمد اسحاق صاحب، مولانا عبدالرحمٰن صاحب لقاری، مولانا محمود الحسن صاحب، مولانا مفتی عبدالرحمٰن صاحب، مولانا اعزاز احمد صاحب، مولانا منظور احمد صاحب، مولانا حافظ عبدالواحد صاحب، مولانا محمد مسعود صادر صاحب، مولانا قاری خلیل الرحمٰن صاحب، مولانا قاری عاشق محمد صاحب، مولانا قاری عبداللطیف صاحب، مولانا قاری طاسین صاحب نے شرکت کی ، جامعہ اس صدمہ میں برابر کا شریک ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند تر فرمائے اور ہمیں آپکے مشن کو جاری وساری رکھنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

مولانا سید عبدالمجید ندیم ، ناظم مجلس تحفظ حقوق اہلسنت

ابھی ابھی فون پر یہ المناک خبر سنی کہ راس الاتقیاء حضرت مولانا عبدالحق ہمیں محروم کر کے خود مرحوم ہوگئے ، انا للہ وانا الیہ راجعون ، حضرت موصوف علم وعمل کا مثالی نمونہ اور ان کی پوری زندگی اپنے نیک نام اسلاف کا پرتو تھی ، وہ پوری دنیائے اسلام کی متاع عزیز تھے ، میں نے یہاں رات کے اجتماع میں جب یہ روح فرسا خبر بتائی تو ہر شخص بے قرار اور ہر آنکھ اشکبار نظر آئی۔

ان کی خاموش مگر پر جوش زندگی روشنی کا ایک ایسا مینار تھی جس سے حق وصداقت کے جادۂ پیاؤں کو منزل کا نشان ملتا تھا۔ آج کے نازک حالات میں عالم اسلام ، بالخصوص پاکستان کے مسلمانوں کو ان کی رہنمائی و قیادت کی بہت زیادہ ضرورت تھی ، مگر اللہ کے فیصلے ہماری حسرتوں کے پابند کہاں؟ میں آپ کو کیا تعزیت کروں ، خود قابل تعزیت ہوں ، مجھ پر ان کی خصوصی شفقتیں نا قابل فراموش ہیں ، ہم ایک ایسے اخلاص کیش ، بے نفس دیدہ ور ، اور سراپا عملی شخصیت سے محروم ہوگئے ہیں ، کہ اس کا ازالہ ممکن نظر نہیں آتا ، اللہ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا کرے ، وہ جن سے محبت کرتے تھے ان کے ساتھ محشور فرمائے۔

آپ کو ان کی دعاؤں ، تمناؤں کا حقیقی مصداق بنا کر ان کی امانتوں کی نگہداشت اور ان کے گلشن علم وحکمت کی پاسبانی کی توفیق بخشے۔ یہ ناچیز اگست کے اواخر میں حرمین شریفین سے ہوتا ہوا ری یونین فرانس کے احباب کے اصرار پر یہاں پہنچا ، چند روز کے لئے افریقہ کا سفر درپیش ہے ، ان شاء اللہ اکتوبر کے اوائل میں پاکستان واپس آکر اکوڑہ خٹک حاضری دوں گا۔

جناب احمد الیاس
معروف بلاگر

فرانس: نسل پرستانہ سامراجیت کی جاری تاریخ

کالعدم ٹی ایل پی کے طرز عمل سے قطع نظر، فرانس کیساتھ تعلقات منقطع کرنے کا مطالبہ بے وزن نہیں ہے، صرف اس لیے نہیں کہ فرانس نے اہانتِ اسلام کرنے والوں کو ریاستی سرپرستی فراہم کر رکھی ہے، بلکہ اس لیے بھی کہ فرانس اسلاموفوبیا، زینوفوبیا اور نسل پرستی کا گڑھ بن چکا ہے۔

فرانس کے ان رویوں کی جڑیں اس کی نوآبادیاتی تاریخ میں بہت گہری ہیں۔ یوں تو پورا مغربی تمدن ہی نسل پرستی، نفرت اور سامراجی استحصال پر کھڑا ہے، لیکن فرانس پر اس کا رنگ چوکھا اور گاڑھا ہے۔ ایک تو یہ کہ اپنے گناہوں کو تسلیم کرنے میں فرانسیسی دیگر مغربی اقوام کی نسبت بہت پیچھے ہیں، حتیٰ کہ فرانسیسی انٹیلی جینشیا میں بھی قومی تفاخر کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ کامیو سے فوکو تک، بڑے بڑے فرنچ دانشوروں کا رویہ اپنے ملک اور تمدن کے سامراجی مظالم کے حوالے سے منافقانہ ہی رہا ہے۔

دوسری بات یہ کہ دیگر نوآبادیاتی قوتوں کے برعکس فرانس کی کولونیل ازم اب تک جاری ہے۔ مغربی یورپ کے کئی ملکوں کو فرانس نے آزادی ہی اس شرط پر دی تھی کہ ان کی کرنسی سمیت ان کی ساری اکانومی فرانس کنٹرول کرے گا۔ آج بھی فرانس مغربی افریقہ کے ممالک کو اپنی نیم کالونیاں بنائے ہوئے ہے۔ فرانس کی خوشحالی میں جتنا کردار اس کے کولونیل ازم نے ادا کی ہے، اتنا کسی اور ملک کی خوشحالی میں نہیں کیا۔ فرنچ جرمنوں یا انگریزوں کی طرح کوئی ذہین یا محنتی قوم نہیں ہیں۔ فرانسیسیوں کا کلچر ہی انگریزی یا جرمن کلچر کی طرح محنت اور ذہانت کو پروموٹ نہیں کرتا بلکہ آرام اور آسائش کو گلوریفائی کرتا ہے۔ فرانس کا حصہ سائنسی دریافتوں اور ایجادات میں بھی نہ ہونے کے برابر رہا ہے۔ ان کے کمزور کردار کا یہی پہلو جنگوں میں ان کی مسلسل شکستوں سے بھی عیاں ہوتا رہا ہے۔

فرنچ کولونیل ازم برطانوی، ہسپانوی اور پرتگالی کولونیل ازم کے مقابلے میں کہیں زیادہ استحصالی اور ظالمانہ تھی۔ انقلاب فرانس میں آزادی، اخوت اور مساوات کا نعرہ لگانے والی قوم اس انقلاب کے بعد بھی غلاموں کی تجارت، انسانی چڑیا گھروں کی تعمیر اور کھلی ننگی نسل پرستی میں ملوث رہی۔ انقلاب کی لبرل اقدار کو اس کولونیل ازم کو جسٹفائی کرنے کے لیے استعمال کیا گیا، یہ کہہ کر کہ ہم

اس ظالمانہ سامراجیت سے یہ روشن خیالی اور تہذیب ان مفتوحین میں ڈال دیں گے۔

فرانس نے ہیٹی جیسے کئی ملکوں کو آزادی بھاری ہرجانوں کے عوض ادا کی۔ ان ہرجانوں کی ادائیگی میں یہ غریب ممالک کئی دہائیوں تک پستے رہے۔ اپنی زبان اور کلچر مسلط کرنے میں بھی فرانس دیگر سامراجی ملکوں سے زیادہ شدید تھا۔ انگریزوں نے تو مقامی زبانوں اور ادب کو بھی پڑھا اور مختلف کولونائزڈ کلچرز کو ترقی دی لیکن فرانسیسیوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ مختلف خطوں کے مقامی کلچرز کو بالکل نیست و نابود کردے۔

فرانس کے سابق صدر فرانسس آلینڈ یہ سب تسلیم کرچکے ہیں لیکن گزشتہ کئی فرانسیسی صدور اپنے ملک کے شرمناک ماضی پر معافی مانگنے سے صاف انکار کرتے چلے آرہے ہیں، موجودہ صدر میکرون کا بھی یہی معاملہ ہے۔ اپنے گناہوں کو تسلیم کرنے کی بجائے فرانس میں اسلامی علیحدگی پسندی اور سیاہ علیحدگی پسندی کے خلاف قوانین متعارف کروائے جارہے ہیں جن سے اس نفرت اور امتیازی سلوک کو خود فرانس کے اندر قانونی سرپرستی دی جارہی ہے۔ سیکولرازم کا اتھاریٹیرئین ورژن جو فرانس میں نافذ العمل ہے، اسی نفرت اور امتیاز کو نافذ کرنے کا ایک ذریعہ ہے جو اقلیتوں کو دبا کر رکھنا چاہتا ہے اور سفید فاموں کی نسلی برتری بنائے رکھنے کا خواہاں ہے۔

فرانس کے اس رویے کی جڑیں اس کی تاریخ میں ہیں۔ اسلام کے ساتھ فرانس کی خاص نفرت کی جڑیں صلیبی جنگوں تک جاتی ہیں جن میں فرانس کا کردار سب سے نمایاں تھا، اسی لیے مسلمان سب گوروں کو فرنگی کہنے لگے تھے، حالانکہ فرنگی اصل میں فرانسیسیوں کو ہی کہا جاتا تھا۔ صلیبی جنگوں سے بھی پہلے آٹھویں صدی عیسوی میں عربوں کی فتح سپین اور فرانس میں مداخلت تک، اسلام اور فرانس کا جھگڑا پرانا ہے۔ فرانس سیکولرائز تو ہوگیا لیکن اس قوم کے رویوں کی شدت کہیں نہیں گئی بلکہ اس شدت پسندی کو بھی فرانسیسیوں نے سیکولرائز کرلیا۔ قوم پرستی اور سیکولرازم میں بھی فرانسیسی ویسے ہی وحشی ہیں جیسے کیتھولسزم میں تھے۔ اگر ہم مسلمان اور تیسری دنیا کی دیگر اقوام اپنی عزت کرتی ہیں تو ایسی وحشی قوم سے تعلقات منقطع کرنا، اسے سزا دینا اور اسے معافی مانگنے پر مجبور کرنا ضروری ہے۔ لیکن یہ اتنا آسان نہیں ہے۔ فرانس اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل کا مستقل رکن ہے، یورپی یونین کا دوسرا اہم ترین ملک ہے اور نیٹو میں بھی اہمیت رکھتا ہے۔ دیگر مغربی اقوام بھی فرانس کو ناپسند تو کرتی ہیں لیکن اس کی پشت پناہی پر مجبور ہیں۔ اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ فرانس نے نوے کی دہائی میں ہولوکاسٹ میں اپنے کردار کو تسلیم کرکے معافی مانگی۔ اگرچہ یہ معافی بھی بہت دیر سے آئی اور یہودیوں کو کئی دہائیوں تک اس کے لیے جدوجہد کرنی پڑی، لیکن آخر کار فرانس کو معافی مانگنی پڑی اور آج یہودی ہی وہ

اقلیت ہیں جو فرانس کی وحشی سیکولرازم اور نسل پرستی سے محفوظ نظر آتے ہیں۔

آخر یہودیوں نے ایسا کیا کیا جس سے وہ فرانس کو جھکا پائے؟

یہودیوں کا طریقہ مسلسل پروپیگنڈہ اور معاشی و سیاسی دباو پر مشتمل ہے۔ وہ میڈیا کے ذریعے مسلسل کسی قوت کے حوالے سے بیزاری پیدا کرتے ہیں اور دوسری طرف اپنے معاشی اور سیاسی اثر و رثوخ سے اسے دباو میں لاتے ہیں، یہاں تک کہ وہ قوت گھبرا کر جھک جاتی ہے۔ مسلمانوں کی تعداد یہود سے سوا سو گنا زیادہ ہے۔ ان کی معاشی قوت بھی اب کم نہیں ہے۔ مسلمان خود فرانس کی آبادی کا پانچ سے دس فیصد ہیں اور فرانس کی ورکنگ کلاس کی ریڑھ کی ہڈی ہیں۔ اقوام متحدہ میں ان کے پچاس ووٹ ہیں۔ اب میڈیا میں بھی ان کی آواز ابھر رہی ہے اور الجزیرہ جیسے نیٹ ورکس نے فرانس کی منافقتوں اور وحشی پن کو نمایاں کرنے میں کافی اچھا کام کیا ہے۔ لیکن مسلمانوں کا سب سے بڑا مسئلہ ان کا انتشار ہے۔ اس انتشار کا سبب صرف اور صرف عرب بادشاہتیں اور آمریتیں ہیں۔ یہ بادشاہتیں اور آمریتیں دنیا میں اپنے عوام اور مسلمانوں کے نہیں بلکہ اپنے ملکوں اور عالم اسلام میں سامراج کے نمائندے ہیں۔ یہ بادشاہ اور ڈکٹیٹر اپنے عوام سے ڈرتے ہیں اور اپنے اقتدار کو طول دینے کیلئے مغرب کے محتاج ہیں۔ مسلمانوں کے زیادہ تر وسائل پر یہی لوگ قابض ہیں۔ ان سے یہ توقع کرنا بیکار ہے کہ وہ دیگر مسلم اقوام کیساتھ مل کر فرانس کے خلاف سٹینڈ لیں گے۔

اپنے مفادات کی بات آئے تو قطر جیسے امیر ترین اور اہم ترین ہمسائے اور دیرینہ دوست کے خلاف بھی ان بادشاہتوں نے مکمل محاصرہ اور سفارتی و تجارتی بائیکاٹ کیا اور مطالبات کی لسٹ جاری کر دی۔ ایسا ہی محاصرہ، سفارتی و تجارتی بائیکاٹ مسلم ممالک مل کر فرانس کا کریں اور مطالبات کی فہرست جاری کریں جن میں اسلام دشمن سیکولر قوانین کا خاتمہ، نوآبادیاتی مظالم پر معافی مانگنا اور مسلمانوں کے خلاف نفرت آمیز مواد (بشمول توہینِ اسلام) پر پابندی وغیرہ شامل ہوں، تو عالمی سطح پر فرانس شدید دباو میں آسکتا ہے۔ امریکہ جیسے ملک بھی فرانس کی پشت پناہی سے کچھ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو سکتے ہیں۔ لیکن سعودی حکمران اور ان کے دیگر ساتھی ایسا کبھی نہیں کریں گے۔

ان حالات میں قطر کے سوا دیگر عرب قوتوں کو عالمِ اسلام سے خارج تصور کرتے ہوئے ترکی، ایران، پاکستان، ملائشیا اور انڈونیشیا اور قطر جیسے ملکوں کو مل کر ہی فرانس بیزار بلاک بنانا ہوگا۔ اس کیلئے مسلسل اور وسیع سفارت کار کی ضرورت ہے جس کیلئے وقت اور حوصلہ درکار ہے، جذباتیت اور جلد بازی نہیں۔

فقیر گوہر رحمٰن نقشبندی فریدی

فضائل وخصائل ماہ شوال المکرّم

ہم سب جانتے ہیں کہ سال کے بارہ مہینے ہیں اور ہر مہینہ کی کچھ نہ کچھ خصوصیات ہیں، جن کی بنا پر اللہ تعالی نے انہیں دوسرے مہینے سے ممتاز کیا ہے۔ الحمدللہ رمضان المبارک کا مہینہ، جس کے لئے ماہ رجب میں ہم دعا مانگتے رہے، اللھم بارك لنا فی رجب و شعبان و بلغنا رمضان "اے اللہ! ہمارے لئے ماہ رجب وشعبان میں برکت عطا فرما اور ہمیں رمضان کے روزے رکھنا بھی نصیب فرما" اور پھر بحال بین الخوف والرجاء ماہ شعبان میں دعا مانگتے رہے، اللھم سلمنی لرمضان و سلم رمضان لی و تسلمه منی متقبلا "اے اللہ! مجھے رمضان تک پہنچا دیجئے اور آپ مجھے اس مہینے میں (گناہوں سے) بچا لیجئے اور اس مہینے کی (عبادات) کو میری طرف سے قبول فرمائے۔" بخیر وعافیت گزر گیا اور اس کے تعاقب میں اب یہ مہینہ شوال المکرّم کا ہے۔

ماہ شوال ہجری سال کا دسواں مہینہ ہے۔ شوال کا معنی "کسی (دور) جگہ جانے کی قصد سے سامان باندھنا"۔ اس مہینہ میں عرب لوگ شکار اور سیر وتفریح پر جاتے تھے لہٰذا اس مہینے کا نام شوال رکھا گیا ہے۔ (اقبال الاعمال: ۱۴/۲) شاید اسی وجہ سے دورر جاہلیت میں لوگ شوال کے نام کا معنی دور کرنے اور اٹھا لینے کا لیا کرتے تھے اور اس سے برا فال لیتے تھے اور اس کی وجہ سے اس ماہ میں شادی کرنا منحوس سمجھتے تھے۔

شوال المعظم کا شمار حج کے مہینوں میں بھی ہوتا ہے یعنی قرآن کریم میں الحج اشهر معلومات کی جو اصطلاح استعمال ہوئی ہے، اس سے مراد شوال، ذیقعد اور ذی الحجہ کے مہینے ہیں، چنانچہ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حج مبارک کے مہینوں کی ابتداء ماہ شوال سے ہوتی ہے لہٰذا جو شخص شوال سے پہلے حج کے لئے احرام باندھ لے گا، اس کا احرام حج صحیح نہیں ہوگا، کیونکہ اس نے حج کا احرام حج سے پہلے باندھ لیا، بعینہٖ اس طرح جیسا اگر کوئی شخص نماز کو اس کے مقررہ وقت سے پہلے ادا کرلے تو اس کی نماز درست نہیں ہوگی۔

اس ماہ کی بہت سی خصوصیات اور فضائل ہیں، ان میں سے ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ اس

کی پہلی تاریخ یعنی یکم شوال کو مسلمانوں کی دوشرعی عیدوں میں سے پہلی عید یعنی عید الفطر کا دن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ماہ شوال کے یکم تاریخ کو یوم الرحمۃ بھی کہتے ہیں، کیونکہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عید الفطر کے دن جنت کو پیدا فرمایا، اسی دن اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کو شہد بنانے کا الہام کیا تھا۔ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ کو وحی کیلئے منتخب فرمایا تھا اور اسی دن فرعون کے جادوگروں نے توبہ کی تھی (فضائل ایام والشہور ص: ۴۴۷ / غنیۃ الطالبین: ص۔ ۴۸۱ / مکاشفۃ القلوب ص: ۶۱۲)

رمضان المبارک کے مقدس مہینے میں جو تربیت وتعلیم اور صبر و برداشت کا مہینہ تھا اور اس ماہ میں بندہ مومن نے جو تربیت حاصل کی تھی، اس تربیت کا دورانیہ مکمل ہونے کے بعد اس پر عمل کرنے کی مہارت حاصل کرنے کی ابتداء گویا ماہ شوال سے ہوتی ہے اور جس کو ہمیں سال کے باقی گیارہ مہینوں تک اہتمام کے ساتھ لے کر چلنا ہے۔ ماہ رمضان المبارک کے روزے اور عبادات میں یہ ترغیب دلائی گئی ہے کہ ہم اپنے سال بھر کے اوقات کسی غفلت اور بے توجہی کا شکار ہو کر نہ گزاریں، بلکہ روزے کے وہ روحانی اثرات جو ہم نے رمضان المبارک میں حاصل کئے تھے، سال کے باقی مہینوں میں وقتاً فوقتاً حاصل کرتے رہیں۔ روزے کے دوران انسان خاص روحانی ہالے میں ہوتا ہے اور وہ کیفیت بطور خاص اس کو ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک کرنے، صفات حمیدہ کو ابھارنے، توبہ واستغفار اور دینی و دنیاوی ذمہ داریوں کا مکمل احساس دلاتی رہتی ہے۔

ماہ شوال کی ایک دوسری خصوصیت یہ ہے کہ رمضان المبارک کے روزوں کے بعد اگر کوئی اس ماہ میں چھ روزے رکھ لے تو اسے پورے سال کے روزوں کا ثواب مل جائے گا۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ (صحیح مسلم: ۱۶۹/۳،، کتاب الصیام باب استحباب صوم ستة أيام من شوال اتباع الرمضان)
>
> "جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے، اس نے گویا ہمیشہ روزے رکھے۔"

یعنی اس کو پورے سال روزے رکھنے کا ثواب مل جائے گا اور اگر ہر سال اسی طرح اس

نے شش عیدی (عیدالفطر کے چھ) روزوں کا اہتمام کیا تو گویا اس نے پوری عمر روزے رکھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے کریمانہ قانون کے مطابق ایک نیکی کا ثواب کم از کم دس گنا ملتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا (الانعام: ۱۶۰) جس نے نیکی کی، اسے اس کے دس گنا (اجر) ملے گا، چنانچہ رمضان المبارک کے ایک مہینے کا روزہ دس ماہ کے روزے کے برابر ہوگیا اور چھ دن کے روزے ساٹھ دن کے روزے کے برابر ہو گئے، اس طرح بارہ ماہ یعنی مکمل ایک سال کے روزے رکھنے کا ثواب ملے گا۔ یہ روزے ماہ شوال کے دوسرے دن سے پورے مہینے کے دوران کسی بھی دن رکھے جاسکتے ہیں؛ چاہے پے در پے ہوں، یا وقفہ وقفہ سے۔ جمہور علماء کی رائے یہی ہے کہ شوال کے چھ روزے سنت ہیں اور اس میں بندوں کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی جانب سے فضلِ عظیم، برکاتِ کثیر اور بہت بڑا اجر وثواب ہے۔

ماہ شوال کی تیسری خصوصیت یہ ہے کہ اس مہینے میں نکاح کرنا اور رخصتی کر کے نئی نویلی دلہن کو اپنے گھر لانا (بہت سے علماء کے نزدیک) مستحب ہے۔ اکثر ناسمجھ مسلمان ماہ شوال میں نکاح اور رخصتی کو منحوس سمجھتے ہیں اور اس مہینے میں شادی بیاہ رچانے سے گریز کرتے ہیں۔ اس مہینہ کو شادی بیاہ کے لئے منحوس سمجھنا بالکل غلط اور جاہلیت کے امور میں سے ہے۔ چنانچہ حضرت امام نسائیؒ نے ام المؤمنین اماں جان سیدہ حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ذکر کی ہے:

تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فِي شَوَّالٍ وَأُدْخِلْتُ عَلَيْهِ فِي شَوَّالٍ وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَسْتَحِبُّ أَنْ تُدْخِلَ نِسَائَهَا فِي شَوَّالٍ فَأَيُّ نِسَائِهِ كَانَتْ أَحْظَى عِنْدَهُ مِنِّي (سنن النسائي، ٤/٦٤ كتاب النكاح التزويج في شوال)

"مجھ سے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے شوال کے مہینے میں نکاح کیا اور شوال میں ہی میری رخصتی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں میں کون سی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک مجھ سے زیادہ پیاری ہے؟ اورام المؤمنین اماں جان سیدۃ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پسند کرتی تھیں کہ عورتوں کی رخصتی شوال میں ہو۔"

صحیح مسلم میں ہے: تَزَوَّجَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي شَوَّالٍ وَبَنَى بِي فِي شَوَّالٍ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے شوال میں شادی کی اور میری رخصتی شوال میں ہوئی"؛ وَكَانَتْ عَائِشَةُ تَسْتَحِبُّ أَنْ تُدْخِلَ نِسَائَهَا فِي شَوَّالٍ "اور وہ اپنی عورتوں کی رخصتی شوال میں مستحب قرار دیتی

تھیں“(صحیح مسلم:۵/۹۰۰، کتاب النکاح باب استحباب التزوج والتزویج فی شوال)

اور امام ترمذیؒ اس حدیث پر باب مَا جَاءَ فِي الْأَوْقَاتِ الَّتِي يُسْتَحَبُّ فِيهَا النِّكَاح یعنی وہ اوقات جن میں نکاح کرنا مستحب ہے، کا عنوان لگایا ہے، اور امام نوویؒ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

فِيهِ اِسْتِحْبَاب التَّزْوِيج وَالتَّزَوُّج وَالدُّخُول فِي شَوَّال، وَقَدْ نَصَّ أَصْحَابنَا عَلَى اِسْتِحْبَابه، وَاسْتَدَلُّوا بِهَذَا الْحَدِيث، وَقَصَدَتْ عَائِشَة بِهَذَا الْكَلَام رَدّ مَا كَانَتْ الْجَاهِلِيَّة عَلَيْهِ، وَمَا يَتَخَيَّلهُ بَعْض الْعَوَامّ الْيَوْم مِنْ كَرَاهَة التَّزَوُّج وَالتَّزْوِيج وَالدُّخُول فِي شَوَّال، وَهَذَا بَاطِل لَا أَصْل لَهُ، وَهُوَ مِنْ آثَار الْجَاهِلِيَّة، كَانُوا يَتَطَيَّرُونَ بِذَلِكَ لِمَا فِي اِسْم شَوَّال مِنْ الْإِشَالَة وَالرَّفْع(شرح النووی لمسلم:۵/۲۰۹)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شوال میں نکاح کرنا اور شب زفاف منانا مستحب ہے، ہمارے اصحاب نے اس کے استحباب کی صراحت کی ہے، اور اس کے لئے اسی حدیث سے استدلال کیا ہے، اورام المؤمنین اماں جان حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس قول کا مقصد اہل جاہلیت اور آج کے عوام کے اس عقیدہ کی تردید کرنا ہے، جو ماہ شوال میں شادی بیاہ کرنے کو منحوس سمجھتے ہیں۔ لہٰذا یہ عقیدہ بالکل باطل اور بے اصل ہے اور جاہلیت میں لوگ جو شوال کے نام کا معنی ”دور کرنا اور اٹھا لینا“ لیتے تھے یا اس سے برا فال مراد لیتے تھے اور اس کی وجہ سے اس ماہ میں شادی کرنا منحوس سمجھتے تھے، بالکل بے اصل اور مبنی بر توہم پرستی تھا۔

مگر افسوس کی بات ہے کہ آج بھی بہت سے مسلمان دور جاہلیت کے اس عقیدہ میں مبتلا ہیں اور اس ماہ میں شادی بیاہ کو برا اور منحوس سمجھتے ہیں، جو سراسر بے بنیاد بات ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی اس ماہ میں ام المؤمنین اماں جان سیدہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ نکاح کیا اور دخول کر کے اس عقیدہ کے فساد اور بطلان کو واضح کیا ہے اور آپؓ نہ صرف اس فرضی عقیدہ کی تردید کرتی تھیں بلکہ اس میں شادی اور رخصتی کو مستحب بھی قرار دیتی تھیں اور چاہتی تھیں کہ ان کے رشتہ دار خواتین کی شادی اسی ماہ میں ہو، تاکہ اس فاسد عقیدہ کا نام ونشان تک مٹ جائے اور لوگوں کو اس کے بطلان کے بارے میں یقین کامل حاصل ہو جائے۔

ماہ شوال کی راتوں میں نوافل پڑھنے کی بھی بڑی فضیلت ہے۔ تہجد نماز اگر چہ نفل نماز ہے، لیکن بڑی فضیلت کی حامل ہے اور فرض نمازوں کے بعد نوافل میں سب سے زیادہ فضیلت احادیث

مبارکہ میں نماز تہجد کی بیان کی گئی ہے۔ چونکہ رمضان المبارک میں بیشتر مومنین کا یہ معمول ہوتا ہے کہ سحری میں جلدی اٹھ کر پہلے تہجد ادا کرتے ہیں پھر سحری کرتے ہیں، اسلئے اس مہینہ میں بھی وہی معمول اپنا کر صلاۃ تہجد کا اہتمام کثرت سے کرنا چاہئے۔

ان تمام اعمال کا مقصد یہی ہے کہ ہمارے اندر صفتِ تقوی بیدار ہو جائے، پھر یہی عبادت و ریاضت جسکی ہم رمضان شریف میں خوگر بن گئے ہیں اور ماہ شول میں اسکا ہم اعادہ کرتے ہیں، اسی طرح سال کے باقی ایام میں بھی اس پر عمل پیرا رہنا چاہئے۔ مثلاً رمضان المبارک کا پورا مہینہ مومنین روزے رکھتے ہیں تو کوشش عیدی روزوں کے علاوہ بھی ہر ماہ ایام بیض (یعنی قمری مہینہ کا تیرہ چودہ اور پندرہ تاریخ) کے روزے رکھنے کی کوشش کریں۔ اس طرح اگر کوئی خاص عذر نہ ہو تو ذوالج کے ابتدائی نو دن کے روزے اور محرم الحرام کا نو، دس یا دس، گیارہ تاریخ کے روزے رکھنے چاہئیں۔

ماہ رمضان شریف میں مؤمنین کثرت سے قرآن مجید کی تلاوت کا اہتمام کرتے ہیں تو رمضان شریف کی آخری رات کو قرآن کریم الماری میں بند کر کے نہ سوچا جائے کہ آئندہ رمضان شریف میں تلاوت کرنے کیلئے پھر کھولیں گے۔ بلکہ یہ سوچا جائے کہ اس کی تلاوت سارا سال رکھنا ہے، پھر صرف پڑھنا ہی نہیں ہے، بلکہ اس کو سمجھ کر پڑھنا ہے اور اس کی تعلیمات پر عمل بھی کرنا ہے کیونکہ قرآن کریم کا اصل مقصد یہی ہے۔ اسی طرح رمضان المبارک میں ہم صدقات وخیرات اور لوگوں پر خرچ کرتے ہیں تو یہ عمل صرف رمضان کے ساتھ جڑا ہوا نہیں کہ رمضان شریف کا مہینہ گزر گیا، بس اب چھٹی ہوگئی اور پھر اگلاہ ماہ رمضان آئے گا تو پھر راہ خداوندی میں خرچ کیا جائے گا۔ تو ایسا بالکل بھی نہیں بلکہ حسب استطاعت اس سلسلہ کو سارا سال جاری وساری رکھنا ہے، بالخصوص اپنے قریبی رشتہ داروں پر خرچ کیا کریں کہ اس میں دو اجر ہیں :ایک خیرات، زکوۃ وصدقات کا اور دوسرا صلہ رحمی کا۔

چونکہ ان تمام اعمال کا مقصد یہی ہے کہ ہمارے اندر صفتِ تقوی بیدار ہو جائے۔ اسلئے دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ تسلسل کے ساتھ ہمیں تا دم آخر شریعت مطہرہ کے تمام فرائض ،واجبات اور سنتوں کے ساتھ مستحبات پر بھی ،مکمل طور پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارے ظاہر و باطن کے اصلاح کا ذریعہ بنا کر اللہ تعالیٰ کی دائمی خوشنودی کا وسیلہ بھی بنادے۔ (آمین)

مولانا محمد اجمل قاسمی
استاذ تفسیر وادب مدرسہ شاہی مرادآباد انڈیا

دین کی پاسداری ہماری بقا کی ضامن

اس دنیائے فانی کو کسی کل قرار نہیں ، یہاں ہرآن تغیر ہے، ہرلحہ تبدیلی ہے، راحتیں کلفتوں میں تبدیل ہوتی ہیں ،اورآزمائشیں کامرانیوں کی نوید بنتی ہیں ،شر کے ہولناک اندھیروں کی جڑ سے خیر کے اجالے پھوٹتے ہیں ،اور خیر کی بڑھتی روشنی پر شر کی سیاہی حاوی ہوجاتی ہے، کبھی عیش کی راحت بھری چھاوں ہے، تو کبھی غم کی تپتی ہوئی دھوپ، اورانسانی زندگی ہے جوانہیں حالات کے درمیان جھول رہی ہے، راحتیں پیش آتی ہیں تو انسان اکڑتا اور اتراتا ہے، اوراسے اپنا حق قرار دیتا ہے اور پریشانیاں گھیرتی ہیں تو گھبراتا اور شکایتیں کرتا ہے اور بہت جلدی مایوس ہونے لگتا ہے:

لَايَسْأَمُ الْإِنسَانُ مِن دُعَاءِ الْخَيْرِ وَإِن مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَؤُوسٌ قَنُوطٌ، وَلَئِنْ أَذَقْنَاهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِن بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُ لَيَقُولَنَّ هَذَا لِي ــ وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنسَانِ أَعْرَضَ وَنَأَى بِجَانِبِهِ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُو دُعَاءٍ عَرِيضٍ (فصلت:۴۹ـ۵۱)

انسان کا حال یہ ہے کہ وہ بھلائی مانگنے سے نہیں تھکتا، اوراگر اسے کوئی برائی چھوجائے تو ایسا مایوس ہوجاتا ہے کہ ہرامید چھوڑ بیٹھتا ہے، اور جو تکلیف اسے پہنچی تھی اگر اس کے بعد ہم اسے اپنی طرف سے کسی رحمت کا مزہ چکھادیں تو وہ لازماً یہ کہے گا کہ یہ میرا حق ہے، دوسری آیت میں فرمایا :اور جب ہم انسان پر کوئی انعام کرتے ہیں تو وہ منہ موڑ لیتا ہے اور اپنا پہلو بدل لیتا ہے اور جب اسے کوئی برائی چھوجاتی ہے تو وہ لمبی چوڑی دعائیں کرنے لگتا ہے۔

فرد کی زندگی میں بھی اتار چڑھاؤ ہے اور قوموں کی زندگی میں بھی نشیب وفراز ہے، کبھی قومیں بڑھتی اور چڑھتی ہیں اور کبھی رکتی اور سمٹتی ہیں ،کبھی فتح کا پرچم لہراتی ہیں اور کبھی شکست وریخت سے دوچار ہوتی ہیں ،اللہ کو یہی منظور ہے، یہی ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا،غزوۂ احد میں صحابہ کی شکست کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالی نے اپنی اسی سنت کو بیان کیا ہے:

إِن يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهُ وَتِلْكَ الأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ

النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّهُ الَّذِينَ آمَنُواْ وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَاء وَاللّهُ لاَ يُحِبُّ الظَّالِمِينَ (آل عمران: ۱۴۰)

''اگر تمہیں ایک زخم لگا ہے تو (تمہارے دشمن) لوگوں کو بھی زخم پہلے لگ چکا ہے، یہ تو آتے جاتے دن ہیں جنہیں ہم لوگوں کے درمیان باری باری بدلتے رہتے ہیں اور (تمہاری شکست سے) یہ مقصد تھا کہ اللہ ایمان والوں کو جانچ لے، اور تم سے کچھ لوگوں کو شہید قرار دے اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔''

قوموں کو جب عروج نصیب ہوتا ہے تو ان کے لیے اپنے دین دھرم، تہذیب وکلچر، زبان وادب، علمی ورثے، تاریخی آثار اور قومی وملی تشخص کی حفاظت کوئی مسئلہ نہیں ہوتا، وہ اگر اس پہلو پر توجہ دیتی ہیں تو وہ ان چیزوں کی حفاظت کے ساتھ اس کو آسانی فروغ بھی دیتی ہیں؛ بلکہ طاقت کے زور پر دوسری کمزور قوموں پر اپنی چیزوں کو تھوپنے پر بھی کامیاب ہو جاتی ہیں، انبیاء کے مخالفین نے ہمیشہ اپنے مذہب اور قومی عادات کو انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے ماننے والوں پر طاقت کے بل بوتے تھوپنے کی سرتوڑ کوششیں کی ہیں، کئی آیات میں یہ مضمون بیان ہوا ہے، ایک جگہ ارشاد ہے:

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُواْ لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُم مِّنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا فَأَوْحَى إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظَّالِمِينَ (ابراهيم: ۱۳)

''اور جن لوگوں نے کفر اپنا رکھا تھا انہوں نے اپنے پیغمبروں سے کہا کہ ہم تمہیں اپنی سرزمین سے نکال کر رہیں گے یا (بصورت دیگر) تمہیں ہمارے دھرم میں واپس آنا پڑے گا؛ چنانچہ ان کے پروردگار نے ان پر وحی بھیجی کہ یقین رکھو ہم ان ظالموں کو ہلاک کر دیں گے۔''

لیکن جب قومیں سیاسی اعتبار سے مغلوب، یا تعداد و سائل کے اعتبار سے کمزور اور محکومیت کی زنجیر کی وجہ سے بے بس ہوتی ہیں، جنہیں قرآن اپنے الفاظ میں مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ کے الفاظ سے بیان کرتا ہے، تو پھر ایسی قوموں کے لیے مخالف ماحول میں اپنے وجود اور تشخص کو باقی رکھنا بڑا چیلنج ہوتا ہے، جن قوموں کے پاس اپنا کوئی مذہب اور کوئی فلسفہ حیات نہیں ہوتا، یا اس طرح کے مخالف حالات سے نبرد آزما ہونے کا کوئی تجربہ نہیں ہوتا، وہ تو بہت جلد ہاتھ پاؤں ڈھیلے کر کے حالات سے صلح کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہیں، اور حکمراں قوم کے رنگ میں ڈھل کر جلد ہی اپنے وجود و تشخص کو کھو دیتی ہیں۔

مگر جن قوموں کے پاس اپنا کوئی مذہب، تہذیب اور فلسفہ حیات ہوتا ہے، ان کی تاریخ میں مخالف حالات سے نبرد آزما ہونے کے کامیاب تجربوں کے نمونے ہوتے ہیں، ان کے دین میں ایسے حالات سے نمٹنے کے لیے رہنمایاں ہوتی ہیں، ایسی قومیں اپنی محکومیت ومغلوبیت کے زمانے میں طرح طرح کے نقصانات سے دوچار تو ضرور ہوتی ہے، ان کے بہت سے لوگ آزمائش کے بعض کٹھن موڑ پر ہمت ہار کر ساتھ چھوڑ بھی دیتے ہیں، بہت سے حصے ٹوٹ کر الگ بھی ہوجاتے ہیں؛ مگر وہ قومیں بحیثیت مجموعی اپنے وجود اور تشخص کی حفاظت میں بالآخر کامیاب ہوجاتی ہیں۔

یہود اپنی تاریخ کے طویل دور میں زبردست آزمائشوں اور سخت ترین غلامی کے دور سے گذرے ہیں، ان کی تاریخ کی دو بڑی تباہی کا ذکر خود قرآن میں اسراء کی آیت ۴تا۸ میں ہوا ہے، جن میں ایک تباہی ولادت مسیح سے پہلے اور دوسری ولادت مسیح کے بعد کی بتائی جاتی ہے، نزول قرآن کے بعد بھی یہودیوں کو مسلسل شکست وریخت اور نسل کشی کا سامنا کرنا پڑا ہے، ہٹلر کی نازی افواج کے ہاتھوں یہودیوں نسل کشی یہودیوں کی آزمائشی زنجیر کی ایک کڑی ہے؛ لیکن ان سب کے باوجود یہودیت زندہ رہی، مذہب اور مذہبی کتابوں سے ان کی وابستگی ہی اس حفاظت کا سب سے اہم ذریعہ رہی ہے۔ عیسائیت دنیا کے مختلف ملکوں میں اقلیت میں رہی اور محکومیت ومغلوبیت سے دوچار رہی؛ لیکن مذہبی رسومات سے وابستگی کی وجہ سے وہ ان ملکوں میں اپنے وجود کو بچانے میں کامیاب رہی۔

مسلمان بھی دنیا کے مختلف ملکوں میں محکومیت اور غلامی کے سخت ترین دور سے گذرے، تاتاریوں کے ہاتھوں دارالخلافہ بغداد کی وسیع آبادی کو تہ تیغ کیا گیا، شہر کو نذر آتش کیا گیا، کتب خانے جلادئے گئے۔ اسپین میں مسلمانوں کا مکمل صفایا کر کے جارحیت کی بدترین مثال قائم کی گئی۔ مصطفیٰ کمال اتاترک کے ترکی اور سویت یونین کے زیر اقتدار وسط ایشا کی مسلم ریاستوں میں اسلام کو مٹانے کی کیا کچھ کوششیں نہیں ہوئیں، اسلام، قرآن، دینی علوم اور حد یہ ہے کہ عربی زبان تک سے بھی مسلمانوں کا رشتہ کاٹ دیا گیا، مسجدیں میوزیم میں تبدیل کردی گئیں، اسلامی سرگرمیاں یک لخت موقوف ہوگئیں، اور مدتوں فضا میں ایک سناٹا چھایا رہا؛ مگر ان سب کے باوجود مسلمانوں میں مسلمان ہونے کا شعور باقی رہا، گرچہ یہ شعور بعض مرحلوں میں اتنا کمزور اور مدھم ہوگیا کہ محسوس بھی نہیں کیا جاسکتا تھا؛ مگر اسلام سے وابستگی اور مسلمان ہونے کا یہی احساس انھیں دوبارہ اسلام کی طرف لانے میں معاون بنا؛ چنانچہ جیسے ہی جارحیت اور ظلم کے بادل چھنٹے، راکھ میں دبی ہوئی چنگاری شعلے میں تبدیل ہوگئی، اور ہر جگہ اسلام اور اسلامیت کے مناظر نظر آنے لگے، نئی نسلوں نے دین کی متاع گمشدہ کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر حاصل کرنا شروع کیا اور ایک اسلامی لہر وجود

میں آ گئی۔اسپین جہاں مسلمانوں کا صفایا ہی کردیا گیا تھا، وہاں سے بھی اسلام کو ہمیشہ کے لیے نکالا نہ جاسکا؛ چنانچہ جب آمدورفت کے تیز رفتار وسائل پیدا ہوئے،سفری آسانیاں وجود میں آئیں ، اور بین الاقوامی تجارت کو فروغ ہوا،تو معاش کی تلاش میں مسلمان ایک بار پھر اس خطے میں داخل ہوئے؛ چنانچہ آج اسپین میں مسلمانوں کی تعداد ایک ملین سے زائد ہے،ان کے دینی مدارس ہیں ،مساجد کی تعداد بارہ ہزار سے زائد ہے۔

ہندستان میں اسلام مسلم تاجروں اورزیادہ تر صوفیائے کرام اوراولیاء اللہ کے ذریعے پھیلا،گرچہ یہاں مسلمانوں کی تعداد کافی ہوگئی اورصدیوں ان کی حکمرانی قائم رہی؛ مگر رہے وہ ہمیشہ اقلیت میں ہی اور اس دورحکمرانی میں بعض مرتبہ ان کے سامنے اپنے وجود وبقا کا مسئلہ ایک مہیب چیلنج کی شکل میں سامنے آیا، دوراکبری دین الٰہی کے نام سے ایک سرکاری دین کوجاری کیا گیا، جو ہندومت اور عیسائیت کا آمیزہ تھا، اس نوایجاد مذہب کوسرکاری مشینری کے بل بوتے ملک کے عوام پر عموماً اورمسلمانوں پر خصوصاً نافذ کرنے کی کوشش کی گئی،دربار اوردرباریوں میں یہ نیا دین ضرور نافذ کرلیا گیا؛ مگرعوام نے عموماً اس مذہب کومسترد کردیا،صوفیاء کرام نے انکے دلوں ایمان کے جودیپ جلائے تھے وہی انکے دین کی حفاظت کا سبب بنے۔

جب مسلمانوں کا اقتدار جاتا رہا تو ایک بار پھراس ملک میں مسلمانوں کی بقا کا مسئلہ ایک ہولناک شکل میں سامنے آیا، اب یہاں اسلام اورمسلمانوں کے بقا کی اس کے سوا کوئی صورت نہیں رہی کہ مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ اسلام سے جوڑنے کی کوشش کی جائے اوران میں اسلامیت کے شعور کوزندہ اورتیز کیا جائے ،مختلف بہی خواہان اسلام نے اس مقصد کے لیے مختلف کوشش کیں ،جن میں دو بہت بنیادی کوششیں مدارس اسلامیہ اورتبلیغی جماعت ہیں ، الحمد اللہ ان کے ذریعہ نہ صرف اس ملک میں اسلام اورمسلمان باقی رہے؛ بلکہ دینی شعوراوراسلامی احکام کی بجا آوری میں یہاں کے مسلمان دنیا کے بیشترمسلم ممالک کے مسلم باشندوں سے بھی فائق نظر آتے ہیں ،اس کے علاوہ ان دونوں ذرائع سے اسلام اورعلوم اسلامیہ کی عالمی سطح پر جو بےنظیر خدمات انجام دی گئیں وہ اس پر مستزاد ہیں۔

مذہب کا قوموں کے وجود وبقا اوران کے تشخص کی حفاظت میں بہت ہی بنیادی کردار ہے،اللہ کا شکر ہے کہ ہمارےپاس ایک ایسا دین ہے جودین فطرت ہے،سدازندہ اور پائندہ ہے،اس کی تعلیمات اتنی سچی اتنی اچھی اوراتنی واضح اورروشن ہیں کہ اس رات بھی اس کے دن کی طرح اجالی ہے،مخالف حالات میں فکروتشویش تو فطری ہے،مگرکوئی وجہ نہیں کہ ایسے عظیم وشاندار دین کا حامل حالات اورموج حوادث سے گھبرا کر مایوس ہونے لگے،یہ دین ہی ہماری زندگی کا ضامن ہے،بس شرط یہ ہے کہ ہم اس کی حفاظت کے

ضامن بنیں، وہ ہمارا بہترین پاسبان اور محافظ ہے شرط ہے کہ ہم اس کی پاسبانی اور حفاظت کی ذمہ داری کا حق ادا کریں، اس کی تعلیمات کو عام کریں، اس کے احکام اپنی زندگی میں لائیں، یہ دین اور دینی شعور جب تک امت میں قائم ہے، امت بھی ہے، ارشاد باری ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ (محمد:٧)

اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جمادے گا (اللہ کی مدد سے مراد اس کے دین کی مدد کرنا ہے، ایمان والے جب اللہ کے دین کے حامی ومددگار ہوں گے تو اللہ ان کا ناصر ومددگار ہوگا، اور دشمنوں کے مقابلے میں ان کے قدم جمادے گا اور اپنی طاعت پر پختگی اور پابندی کرنے کی توفیق عطا فرمائے گا (روح المعانی)

دین پر ثابت قدمی اور استقامت کی اہمیت یوں تو ہر حال میں ہے؛ مگر جب امت مغلوبیت اور محکومیت کے دور سے گذر رہی رہو، اور اس کو اس کے دین وتہذیب سے ہٹانے کے لیے سرتوڑ کوششیں خفیہ اور علانیہ جاری ہوں، تو ایسے مخالف اور حوصلہ شکن حالات میں استقامت اور دین پر مضبوطی سے جمنے کی اہمیت بہت بڑھ جاتی ہے، دین پر استقامت کے بغیر چیلنجز کے دور کو کامیابی سے عبور نہیں جاسکتا۔ مکہ مکرمہ میں جب اسلام سخت آزمائشی دور سے گذر رہا تھا اور اہل اسلام کو اسلام سے برگشتہ کرنے کے لیے ظلم وبربریت کے ہر حربے آزمائے جارہے تھے، اس وقت ہدایت کے ان عظیم علمبرداروں کو جن کی تعداد مٹھی بھر بھی نہیں تھی مختلف انداز میں بار بار دین پر ثابت قدمی کے درس دئے جاتے تھے۔ ایک موقع پر اللہ تعالی نے ایمان والوں سے کہا کہ اللہ نے تمہیں وہی دین دیا ہے جو نوح کو پھر ابراہیم، موسی اور عیسی علیہم السلام کو دیا گیا تھا اور ان سے اس دین کو قائم کرنے کا حکم دیا گیا تھا، اس تمہید کے بعد پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا:

فَلِذَٰلِكَ فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَقُلْ آمَنتُ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ مِن كِتَابٍ (الشوریٰ:١٥)

لہذا (اے پیغمبر یہ دین جس کی ان انبیاء نے دعوت دی) تم بھی اسی کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے رہو، اور جس طرح تمہیں حکم دیا گیا ہے (اس دین پر) جمے رہو، اور ان (مشرک) لوگوں کی خواہشات کے پیچھے نہ چلو، اور کہہ دو کہ میں تو اس کتاب پر ایمان لایا ہوں جو اللہ نے اتاری ہے۔

خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے؛ مگر سنانا درحقیقت ایمان والوں کو ہے، حکم میں زور پیدا

کرنے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو خطاب کیا گیا ہے، اور مزید زور پیدا کرنے کے لیے تمہید میں ان انبیاء کا ذکر کیا گیا ہے جو مخالفت، دشمنی اور سازشوں کے بیچ دین کی دعوت دینے اور اس پر مضبوطی سے قائم رہنے میں انبیاء کی صف میں بھی نمایاں مقام رکھتے ہیں، اس انداز بیان سے ایمان والوں کو مخالف ماحول میں دین پر جمنے کی اہمیت بھی معلوم ہوگی اور ہمت وحوصلہ بھی ملے گا۔

دوسری جگہ دور مکی میں رسول اللہ صلی اللہ اور اہل ایمان کو دین پر جمنے اور ظلم پیشہ مشرکین کے طریقوں سے پرہیز کرنے کا حکم پوری قوت سے دیا گیا، ارشاد ہے:

فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَن تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ (ھود:۱۱۲:۱۱۳)

لہٰذا (اے پیغمبر!) جس طرح تمہیں حکم دیا گیا ہے اس کے مطابق تم بھی سیدھے راستے پر ثابت قدم رہو، اور وہ لوگ بھی جو توبہ کر کے تمہارے ساتھ ہیں، اور حد سے آگے نہ نکلو، یقین رکھو کہ جو عمل بھی تم کرتے ہو وہ اسے پوری طرح دیکھتا ہے۔ اور (اے مسلمانو!) ان ظالم لوگوں کی طرف ذرا بھی نہ جھکنا کبھی دوزخ کی آگ تمہیں بھی آ پکڑے، اور تمہیں اللہ کو چھوڑ کر کسی قسم کے دوست میسر نہ آئیں، پھر تمہاری کوئی مدد بھی نہ کرے۔

مکی دور میں ہی توحید اور اس کے تقاضوں پر مضبوطی سے قائم رہنے پر ایمان والوں کو زبردست بشارتیں سنائی گئیں اور ان سے بڑے بڑے وعدے کیے گئے، چنانچہ فرمایا گیا:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ (فصلت:۳۰:۳۲)

جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے، اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے تو ان پر بیشک فرشتے یہ کہتے ہوئے اتریں گے کہ نہ کوئی خوف دل میں لاؤ، نہ کسی بات کا غم کرو، اس جنت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا، ہم دنیا والی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی تھے، اور آخرت میں بھی رہیں گے، اور اس جنت میں ہر وہ چیز تمہارے ہی لیے ہے جس کو تمہارا دل چاہتا ہے، اور اس میں ہر وہ چیز تمہارے ہی

لیے ہے جس کو تم منگوانا چاہو، یہ سب کچھ اس ذات کی طرف سے پہلی پہلی میزبانی ہے، جس کی بخشش بھی بہت ہے، اور رحمت بھی کامل ہے۔ جامع ترمذی میں جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پاک حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :يَأتِي عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ الصَّابِرُ فِيهِمْ عَلَى دِينِهِ كَالْقَابِضِ عَلَى الْجَمَرِ (جامع الترمذی: ٢٢٦٠)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا جس میں اپنے دین پر مضبوطی سے جمنے والا ایسا ہوگا جیسے انگارے کو ہاتھ سے پکڑنے والا۔

علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں، خلاصہ حسب ذیل ہے: اس حدیث میں آگاہی بھی ہے اور رہنمائی بھی: آگاہی تو یہ ہے کہ آخر زمان میں شر و فتنے کے اسباب بہت بڑھ جائیں گے، اور دین کو مضبوطی تھامنے والے بہت تھوڑے رہ جائیں گے، اور اس تھوڑی سی تعداد کو بھی دشمنوں اور ظالموں کے جبر و تشدد، نیز شکوک وشبہات اور شہوتوں کے فتنوں کی بہتات کی وجہ سے دین پر چلنے میں سخت حالات اور مشکلات کا سامنا ہوگا۔ یہ تو ہوئی آگاہی، جہاں تک رہنمائی کا تعلق ہے تو اس حدیث میں امت کو پیغام دیا گیا ہے کہ اس قسم کے سخت حالات پیش آ کر رہیں گے، لہذا انہیں اس کے لیے ذہن بنانا چاہیے، اور دین کی پیروی کی راہ میں جو بھی پریشانی آئے ہمت اور استقامت کے ساتھ اس کو برداشت کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ جن لوگوں کو یہ حالات پیش آئیں وہ اگر مضبوطی اور پامردی سے دین پر ڈٹے رہیں گے، تو ان کا مقام و مرتبہ اللہ کے نزدیک نہایت بلند ہوگا۔ (بهجة قلوب الابرار، حدیث ۹۹)

آج امت سخت حالات و مسائل سے دوچار ہے، ہر روز فتنوں اور آزمائشوں کی نئی یلغار ہے، لوگ سہم کے سنبھل نہیں پاتے کہ کوئی نیا سانحہ یا المیہ دستک دے رہا ہوتا ہے، جو خوف و دہشت اور مایوسی و ناامیدی کی کیفیت میں مزید اضافہ کر جاتا ہے، یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ مسلمان ایسے حالات کے لیے ذہنی طور پر تیار نہیں ہے، اس کی توقعات کچھ اور ہیں اور حالات اس کے بالکل برعکس اسے کچھ اور دکھاتے ہیں؛ حالاں کہ یہ ساری چیزیں ایسی ہیں جنہیں پیش آنا ہی ہے، اللہ کے رسول نے خبر دی ہے، آپ کی خبر غلط نہیں ہو سکتی، لہذا ہمیں اپنی سوچ بدلنی ہوگی، ہمیں یہ تسلیم کرکے زندگی جینی ہوگی کہ ناگواریاں اور ناخوشگواریاں پیش آنی ہی ہیں، اور یہ طے کرنا ہوگا کہ زمانہ ہمارے سامنے کیسے ہی حالات کیوں نہ لائے، موج حوادث ہماری راہوں میں کیسا ہی طوفان کیوں نہ برپا کرے ہمیں تو اللہ کے دین کو سینے سے لگائے

رکھنا ہے اور ہر حال میں اس پر ثابت قدم رہنا ہے۔سوچ وفکر کے بدلنے سے ہمارے عزائم بدلیں گے، ہمارے اندر صبر، استقامت اور قربانی کے جذبات پیدا ہوں گے، بزدلی اور پس ہمتی، بہادری اور اولوالعزمی میں تبدیل ہوگی، اور ہماری راہ ہزار رکاوٹوں کے باوجود بھی آسان ہوتی چلی جائے گی،اوراسی ایمانی عزم وہمت کے ذریعے ان شاء اللہ ہم آزمائشی دورکوسرکرنے میں کامیاب ہوں گے، ہمارادین بھی سلامت رہے گا اورہم بھی بحثیت ایک امت باقی رہیں گے۔دل کے عزم وارادہ کیساتھ اللہ سے دین پر استقامت اورثابت قدمی کی دعا بھی کرنی ہے، انسان ضعیف البنیان ہے، اس کے عزم ارادے بھی کمزور ہیں ، پھر سب کچھ کرنے دھرنے اورکامیابی سے ہم کنار کرنے والی ذات اللہ کی ہے، اس کی توفیق وتائید کے بغیر ہماری ہرکوشش وسعی لاحاصل ہے، قرآن پاک میں اللہ نے اپنے اولوالعزم بندوں کی دعائیں نقل کرکے ہمیں دعا کی تعلیم دی ہے ارشاد ہے:

قَالَ الَّذِينَ يَظُنُّونَ أَنَّهُم مُّلَاقُو اللَّهِ كَم مِّن فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّهُ مَعَ الصَّابِرِينَ ۔ وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهِ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ (البقرۃ: ۲۵۰)

جن لوگوں کا ایمان تھا کہ وہ اللہ سے جا ملنے والے ہیں ،انھوں نے کہا کہ نہ جانے کتنی چھوٹی جماعتیں ہیں جواللہ کے حکم سے بڑی جماعتوں پر غالب آئی ہیں ، اوراللہ ان لوگوں کا ساتھی ہے جوصبر سے کام لیتے ہیں ، اور جب یہ(ایمان والے تھوڑے سے) لوگ (دشمن کے نامورزورآورسپہ سالار) جالوت اوراس کے لشکروں کے آمنے سامنے ہوئے توانہوں کے کہا:اے پروردگار !صبرو استقلال کی صفت ہم پرانڈیل دے، ہمیں ثابت قدمی بخش دے، اورہمیں اس کافرقوم کے مقابلے میں فتح ونصرت عطافردے۔

یہ چندآیتیں پیش کی گئی ہیں ،قرآن پاک میں ایسی آیتوں کی تعداد خاصی ہے جس میں مسلمانوں کومشکل اورمخالف حالات میں دین کے دامن کومضبوطی سے تھامنے کی تاکیدمختلف انداز میں آئی ہے۔

گذشتہ تفصیلات سے یہ بات واضح ہوئی کہ بحثیت امت اپنی بقا کے لیے اپنے دین اور دینداری کی حفاظت انتہائی اہم ہے،لہٰذاہرملی شعوراوردینی دردرکھنے والے کافریضہ ہے کہ وہ اپنی صلاحیت وحیثیت کے اعتبار سے اپنے دائرۂ اثر میں دین ودینداری کوعام کرنے کی کوشش کرے، اس فریضہ کوانجام دینے کے لیے پرانے وسائل کوبھی متحرک وفعال بنانا ہوگا، اورزمانہ نے ہمیں جوجدیدوسائل دئے ہیں ان کوبھی مثبت انداز میں بروئے کارلانا ہوگا،جس کا جومیدان ہے وہ اس میں کام کرے۔

ہماری بڑی کمزوری یہ ہے کہ ہم نے سارے ملی کاموں کی ذمہ داری چندتنظیموں ،اداروں ،تحریکوں اورچندشخصیات کوسونپ رکھی ہے، اورساری توقعات انہیں سے قائم کرکے خودایک طرف بیٹھ گئے ہیں،

ہر چھوٹے بڑے کام کے لیے ہم انہیں کی طرف دیکھتے ہیں، مشورے دیتے ہیں، توقعات پوری نہ ہونے پر لعن طعن کرتے ہیں، اور خود کسی سطح پر اپنی کوئی ذمہ داری محسوس نہیں کرتے۔ بلاشبہ تنظیموں، بااثر اداروں اور شخصیات کی ذمہ داری عام لوگوں سے بہت زیادہ ہے؛ مگر کام بہت ہے، تنہا تنظیمیں اور بااثر ادارے انجام نہیں دے سکتے، ان کے وسائل بھی محدود ہیں، ضروری ہے کہ ہم میں ہر شخص اپنی ذمہ داری محسوس کر کے اپنا کردار ادا کرے، عام مسلمانوں میں دینداری پیدا کرنے کے لیے مسجد ایک بہت اہم پلیٹ فارم ہے، تیاری کے ساتھ جمعہ میں تقریریں کی جائیں، حالات اور ضرورت کے اعتبار سے صحیح دینی رہنمائی لوگوں کو پیش کی جائے، درس قرآن اور درس حدیث کے حلقے قائم کیے جائیں، رمضان میں مسائل کا حلقہ قائم کریں، گاؤں اور محلہ کے جو بچے عصری اداروں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں چھٹیوں میں ان کے لیے خصوصی اسلامک کورس کا اہتمام کریں، یہ کام تقریباً ہر عالم دین اپنے ساتھیوں کے تعاون سے انجام دے سکتا ہے۔ ہماری ایک بہت بڑی مصیبت یہ بھی ہے کہ ہم میں سے ہر کوئی ملکی پیمانے پر کوئی انقلاب لانا چاہتا ہے؛ حالاں کہ ایسا اس کے بس میں نہیں، اور اپنے محلہ اور بستی میں انقلاب لا سکتا ہے، مگر اس طرف توجہ نہیں، ہمیں حقیقت پسند بننا ہوگا اور اپنے اس غلط رویے کو سدھارنا ہوگا۔ ہم عاجز و ناتواں بندے اللہ سے عافیت اور سلامتی کی دعا کرتے ہیں، ہر حال میں دین پر استقامت اور اسلام پر جینے اور مرنے کی توفیق کے طالب ہیں، اللہ پوری امت کے حال پر رحم فرمائے، اور اپنی مرضیات پر چلنا آسان کرے۔ (آمین)

حضرت مولانا سہیل باوا صاحب زید مجدہم کی چند تاریخی پیشکشیں

- ...... Good اور Bad پروپیگنڈہ کرنے والا طبقہ
- ...... مقالات حیات مسیح علیہ السلام
- ...... عبدالماجد دریابادی صاحب پر تکفیر کے معاملے میں جرح
- ...... قادیانی غلبہ 2023ء (قلم و قرطاس کی عدالت میں)

(قادیانیوں کی طرف سے مغالطوں اور بے بنیاد باتوں کے مدلل و تحقیقی جوابات)

- ...... سالنامہ ختم نبوت رنگون بابت ۸۲-۱۳۸۱ھ

نگران اعلیٰ: مولانا مفتی اسماعیل کوریؒ ...... مدیر: حضرت مولانا عبدالرحمٰن یعقوب باوا

ناشر: ختم نبوت اکیڈمی لندن

KHATM-E-NUBUWWAT ACADEMY

387 Katherine Road, Forest Gate, London E7 8LT, Utited Kingdom

Phone: 020 8471 4434, Cell: 0788 905 4549 , 0795 803 3404

Email: khatmenubuwwatacademy@gmail.com

پاکستان میں رابطہ کیلئے: 0322-2122414 – website:www.khatmenubuwwat.org

مولانا عرفان الحق حقانی
مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ

’’مقالات حجۃ الاسلام‘‘ مولانا قاسم نانوتویؒ

حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتویؒ کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں، آپ رحمہ اللہ نے اڑتالیس، انچاس سال کی مختصر حیات میں ایسے کارہائے نمایاں انجام دیے جس کی نظیر تاریخ میں کم ملتی ہے۔ علم و عمل، تحریر و ادب، سعی پیہم و جہاد، تصوف و اصلاح، تقریر و مناظرہ، جود و سخا، غیرت و حمیت، استغناء و خودداری کے میادین میں آپ نے فتوحات کے جو جھنڈے گاڑے ہیں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ قدرت حق نے حکمت و فلسفہ میں آپؒ کو غیر معمولی صلاحیتوں سے نواز رکھا تھا، اللہ تعالیٰ نے آپؒ کو کمال درجہ کا حافظہ اور ذہانت عطا فرمائی تھی، عقلی براہین کے ساتھ اسلامی عقائد و احکامات کو ایسے انداز سے مبرھن کر دیتے تھے کہ غیر مسلم طبقات عیسائی، یہود، ہنود، بدھ، مجوس بھی اسے ماننے کے لئے سر رکھ دیتے تھے۔ قیام دارالعلوم دیوبند آپؒ کا عظیم کارنامہ ہے، اطراف و اکناف عالم میں جتنی بھی علمی کام ہو رہے ہیں ان میں زیادہ تر اسی ادارہ کا کردار پنہاں نظر آ رہا ہے۔ شاملی کے میدان میں جہاد کا یہ علم بردار آخر دم تک اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے برسر پیکار رہا، مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے مشرب سے فیض یاب یہ عظیم کہنہ مشق صوفی خلق خدا میں معرفت کی موتیوں کو تقسیم کرتے ہوئے راہ حق پر آمادہ کرتا رہا۔ اس مرد آہن حجۃ الاسلام نے مدارس دینیہ کے لئے اصول ہشت گانہ (مدارس دینیہ کے لئے آٹھ زریں اصول) ضبط فرما کر آئندہ کی کامیابی کے لئے ایک بیش بہا دستور دیا۔ کتاب اللہ کے بعد سب سے زیادہ صحیح ترین کتاب بخاری شریف کے آخری پانچ پاروں کا حاشیہ مولانا احمد علی سہارنپوریؒ نے آپ کے سپرد کر کے ایک طرف آپ کی عظمت علمی کی توثیق کر دی تو دوسری طرف عظیم صدقہ جاریہ کا سبب ٹھہرا دیا۔ انگریز کی وجہ سے مغربی علوم و افکار ہندوستان میں درآنے کی بنیاد پر آپؒ نے تاڑ لیا کہ یہاں کے لوگوں کا رجحان اب بدل جائیگا لوگ روایات پر قناعت کے بجائے استدلالی اور اسرار و حکم کا طرز اختیار کریں گے۔ بنابریں آپ کی کتابیں پڑھنے والے قاری کو پتہ چلے گا کہ یہ استدلالات عقلی کا پہلو زیادہ لئے ہوئے ہیں۔

ہمارے تایا شہید ناموس رسالتؐ حضرت مولانا سمیع الحقؒ اس پہلو کو یوں بیان فرماتے کہ مولانا قاسم نانوتویؒ جدید علم کلام کے بانی تھے۔

حجۃ الاسلام کی تحریرات وتقریرات میں منطق و فلسفہ اور ریاضی کا استعمال بکثرت پایا جاتا ہے۔اسی لئے شیخ الہندؒ کا مقولہ مشہور ہے کہ ''جب تک مولانا قاسم نانوتویؒ ہم میں موجود تھے ہم منطق کو تازہ کرتے رہتے تھے، تاکہ حضرت کے کلام کو آسانی سے سمجھ سکیں''۔ جب علم کا جبل عظیم یہ فرما رہے ہیں تو آج جب ہر طرف ان علوم سے اعراض برتا وطیرہ بن گیا ہے تو حضرت حجۃ الاسلامؒ کے علوم کو سمجھنا کس کے بس کی بات ہوگی ، اسی بنا پر گزشتہ سوا سو سال سے مختلف اساطین علم وادب ان کے علوم و معارف کی تسہیل میں بھی مشغول نظر آتے ہیں۔ فارسی اور عربی تحریرات کے تراجم کی ذمہ داریاں بھی نبھانے کی کوششیں ہوتی آئی ہیں۔ مولانا نانوتویؒ کی تصنیفات کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگانا مشکل نہیں کہ وقت کے بڑے بڑے نابغہ روزگار علماء نے اسے مصنفؒ اور یا بڑے اساطین علم سے سبقا سبقا پڑھیں، مثال کے طور پر شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ نے حضرت نانوتویؒ سے براہ راست اور پھر مولانا عبیداللہ سندھیؒ نے شیخ الہندؒ سے حضرت قاری طیبؒ نے علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے بعض تالیفات سبقاً سبقاً پڑھیں، حجۃ الاسلام کی تصنیفات تین حصوں میں منقسم کی گئی ہیں۔ (۱) آسان (۲) دقیق (مشکل) (۳) ادق (انتہائی مشکل)۔

ادارہ تالیفات اشرفیہ ایک طویل عرصہ سے پاکستان میں نشر واشاعت کتب دینیہ کے سلسلہ میں معروف ہے، حافظ محمد اسحاق صاحب زید مجدہ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر سے نوازے جنہوں نے مولانا اشرف علی تھانویؒ کے خطبات و ملفوظات و تالیفات کی اعلیٰ طباعت کو حرز جاں بنایا ہے، ساتھ ساتھ وقتاً فوقتاً دیگر اکابرین امت کے سرمایہ تحریر کو نئے انداز سے منصۂ شہود پر لانے کا کام بھی کر رہے ہیں۔ ہمارے جد مکرم مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم حقانیہ اس کام کی تشجیع و حوصلہ افزائی فرماتے تھے جس کا ذکر خود ناشر نے ابتداء کتاب میں کیا ہے کہ جب پہلی مرتبہ حضرت مولانا نانوتویؒ کی ''آب حیات'' چھاپ کر ارسال کی تو دادا جان مرحوم نے داد وتحسین اور دعاؤں سے مزین مکتوب ان کے نام ارسال فرمایا، اب موصوف نے بحمدللہ مولانا قاسم نانوتویؒ کے جملہ تصانیف ، رسائل اور مکاتیب کو ''مقالات حجۃ الاسلام'' کے نام سے شائع کر کے عظیم ترین کارنامہ انجام دیکر علماء و شائقین ادب کے دل موہ لئے ہیں ، یہ ایک عظیم علمی سوغات ہے، علم و ادب سے معمولی شغف رکھنے والا بھی اسے لیکر خود کو اوج ثریا پر محسوس کرے گا، اس کا یہ تو ظاہری اثر معلوم ہو رہا ہے جبکہ باطنی اور حقیقی

اثرات ان شاء اللہ علماء امت خود محسوس فرمائیں گے یہ مقالات ۱۷ رجلدوں پر مشتمل ہیں۔ جس کا مختصر آئینہ یوں ہے:

جلد اول: حجۃ الاسلامؒ کی سوانح پر مشتمل اہم مضامین و مقالات۔ جلد دوئم: اسرار قرآنی، انتباہ المؤمنین، تحذیر الناس، مناظرۂ عجیبہ، تصفیۃ العقائد، انتصار الاسلام۔ جلد سوئم: آب حیات۔ جلد چہارم: تحفہ لحمیہ، مصابیح التراویح، الحق الصریح، فی اثبات التراویح، توثیق الکلام، فی الانصات خلف الامام۔ جلد پنجم: الدلیل الحکم مع شرح، اسرار الطہارۃ، افادات قاسمیہ، اجوبۃ الکاملۃ، لطائف قاسمیہ۔ جلد ششم: اجوبہ اربعین۔ جلد ہفتم: ہدیۃ الشیعہ۔ جلد ہشتم: تقریر دلپذیر۔ جلد نہم: قصائد قاسمی، فیوض قاسمیہ، روداد چندہ بلقان، حجۃ الاسلام۔ جلد دہم: گفتگوئے مذہبی (میلہ خدا شناسی) مباحثہ شاہ جہاں پور، جواب ترکی بترکی، براہین قاسمیہ۔ جلد یازدہم: قبلہ نما، تنویر النبراس، الحظ المقسوم، من قاسم العلوم۔ جلد دوازدہم: فرائد قاسمیہ، فتویٰ متعلق، دینی تعلیم پر اجرت۔ جلد سیزدہم: مکتوب گرامی، مضامین و مکتوب الیہ ''انوار النجوم'' اردو ترجمہ قاسم العلوم، مکتوب اول، تخلیق کائنات سے پہلے اللہ کہاں تھا؟ یعنی مکتوب دوم۔ جلد چہاردہم: متوب سوم، مکتوب چہارم، مکتوب پنجم۔ جلد پانزدہم، مکتوب ششم، مکتوب ہفتم، مکتوب ہشتم۔ جلد شش دہم: مکتوب نہم، مکتوب دہم، مکتوب یازدہم، مباحثہ سفر رڑکی۔ جلد ہفت دہم: جمال قاسمی، مکتوب قاسمی (محقق اسرار الطہارۃ) حضرت نانوتوی رحمہ اللہ کے علم و فضل اور حالات و واقعات پر متفرق مضامین، حکمت قاسمیہ، سند حدیث (عربی) علمی خدمات۔

یہ ایک گنج گرانمایہ ہے تاہم اس کی مزید تسہیل اور بعض مکتوبات کے تراجم اور اصل کو کمپوز کرنے کی ضرورت ہورہی ہے امید ہے، ان شاء اللہ آئندہ اس پر غور کرکے تکمیل کی جائیگی۔ شائقین حضرات اس کتاب کو ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان سے طلب کرسکتے ہیں، برائے رابطہ 0322-6180738/061-4519240

مؤتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی نئی پیشکش

خطباتِ عرفان

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ، فضائل و مناقب خلفائے اربعہؓ، عبادت و عبدیت، فضیلت علم و اہل علم، احیائے اسلام اور ہماری ذمہ داری، صنف نازک (عورت) پر اسلام کے احسانات، ایمانی غیرت اور اس کے تقاضے، تزکیہ نفس جیسے موضوعات پر بیش بہا بیانات کی سوغات

افادات: مولانا عرفان الحق حقانی (مدرس جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

برائے رابطہ: 0333 9102368 -0315-9898998

مولانا قاضی فضل اللہ ایڈووکیٹ

شمالی امریکہ

تعلیم مقصود ہے یا با مقصد تعلیم؟

انسان جنس حیوان کا ایک نوع ہے۔ یہ حواس رکھتا ہے جو سارے حیوانات بھی رکھتے ہیں اس کو عقل کے اساس پر امتیاز دی گئی ہے۔ جبکہ فرشتے بھی عقل رکھتے ہیں۔ لیکن حیوانات میں صرف خواہشات ہیں اور فرشتوں میں صرف عقل ہے لہذا وہاں نہ تو ان دونوں کے فطرت کے اندر دو متضاد اور متصادم قوتوں کی ہلچل ہے اور نہ ان کی کوئی ابتلاء ہے۔ کیونکہ ابتلاء تو ہوتی تب ہے جب تضاد اور تصادم کی فضا موجود ہو اور ابتلاء و امتحان کے اساس پر ناکامی اور کامیابی ہوتی ہے اور اسی پر پھر مقام و مرتبہ ملتا ہے۔ اب صرف خواہشات ہوں تو وہاں پر جذبات ہونگے ،احساسات ہونگے اور محسوسات و مشاہدات کے حد تک علم ہوگا۔ اور صرف عقل ہو تو وہاں پر جذبات نہیں ہوتے، محسوسات و مشاہدات ہوتے ہیں اور ساتھ معقولات یعنی عقل کے مدرکات ہوتے ہیں لیکن وہ بھی فطری ہوتے ہیں ان میں پھیلاؤ آتا ہے نہ وسعت آتی ہے نہ اس میں استنباطات واستخراجات و اجتہادات و ایجادات کا گزر ہوتا ہے اس لئے کہ نئے راستے مشکلات سے کھلتے ہیں کہ رکاوٹ پیش آئے تو راستہ نکالا جائے اور یہ مشکلات مقابل قوت کی طرف سے آتے ہیں۔

اب فرشتوں میں مقابل قوت یعنی شہوات ہیں نہیں تبھی تو فرشتوں نے لا علم لنا الا ما علمتنا کہا کہ ہمارا علم تو بس وہی ہے جو آپ نے ہمیں دیا ہے یعنی اس کا کوئی پھیلاو اور استنباط تو ہے نہیں اور حضرت آدم علیہ السلام نے اسماء الاشیاء اور ان کی حکمت و استعمال بتادیا تو اللہ نے فرمایا: اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّیْٓ اَعْلَمُ غَیْبَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ کہ اس سے پہلے ان سے فرمایا تھا انی اعلم ما لاتعلمون میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ اب ان انسانوں کو علم اور تعلیم کی ضرورت تھی کہ ان میں سیکھنے اور سکھانے اور علم کے پھیلنے اور ایجاد و اجتہاد کی صلاحیت تھی لیکن ان کے دو رخ ہیں۔ ایک مادی، اور دوسرا روحانی، یا۔ ایک دنیوی ،اور دوسرا دینی، یا ایک دنیوی اور دوسرا اخروی۔ یا ایک ان کا وہ پہلو جسکے اساس پر یہ خلق کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور دوسرا وہ پہلو جسکے اساس پر خالق سے تعلق رکھتا ہے، مادی اور طبعی علوم کا حصول انسان کی اپنی جستجو سے ہے، ریسرچ سے ہے جبکہ روحانی علوم کا

منبع وحی الٰہی ہے جس کا حاصل ہے طبیعی دنیا میں ایسی زندگی گزارنا جس طرح اللہ کا حکم ہے۔

یعنی طبیعیات یہ معلوم کرتا ہے کہ کائنات سے ہم کیا اور کیسے فائدہ لے سکتے ہیں تا کہ زندگی آسان بنے، جبکہ روحانیات میں ہم یہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ یہ طبیعی زندگی کس طرح گزاری جائے تا کہ دنیا میں اطمینان اور خوشی اور آخرت میں نجات اور قرب الٰہی ملے۔سو یہاں ہم طبیعی علوم کی بات کرتے ہیں۔جس کے اساس پر اقوام ترقی کرتی ہیں، قائدانہ مقام حاصل کرتی ہے۔

اب طبیعی علوم کیسے ہوں؟اور کیسے حاصل کیے جائیں؟تو ظاہر بات ہے اس کے لئے نصاب وسلیبس نظام اور طریقہ تعلیم وتدریس سیکھنے کا طریقہ وعمل اور پھر طریقہ امتحان۔یہ چار اساسی امور ہیں۔اب جہاں تک نصاب وسلیبس کا تعلق ہے تو وہ تو وقت کے ساتھ بدلتا رہتا ہے کہ فطرت ارتقائی ہے، زندگی ارتقاء پذیر ہے، آگے چلتی رہتی ہے۔سو اس کے تقاضے بھی بدلتے رہتے ہیں اور ان تقاضوں کے پورا کرنے کے طریقے ڈھونڈنا ہی نصاب وسلیبس کی اساس ہے تا کہ وقت کے ساتھ چلا جا سکے ورنہ وقت اور دیگر اقوام بہت آگے چلی جائیں گی اور ہم بہت پیچھے ڈولتے رہیں گے۔وقت کے ساتھ ساتھ ثقافتی، سماجی، معاشی اور سیاسی رجحانات بدلتے رہتے ہیں اور تعلیم ان چار میدانوں کے تقاضوں کو ایڈریس کرنے کا نام ہے لہٰذا اس کا نصاب وسلیبس اور ساتھ نظام وطریقہ تعلیم وتدریس بھی بدلتا رہے گا۔سیکھنے کے طور طریقے اور پھر نظام امتحان بھی تبدیل ہوتا جائے گا۔

تیسری دنیا اس میدان میں بہت پیچھے رہ گئی ہے۔اور یہی وجہ ہے کہ زندگی کے ہر میدان میں پیچھے جارہی ہے کیونکہ آج کی دنیا سائنس وٹیکنالوجی کی دنیا بن گئی ہے اس لئے کہ معیشت کا سارا دارومدار کسی ملک کی سائنس وٹیکنالوجی میں ترقی پر ہے اور پھر سیاسیات معیشت کے اردگرد گھومتی رہتی ہے اور معیشت ہی کا معاشرت اور ثقافت پر اثر پڑتا رہتا ہے۔بالفاظ دیگر سارے میدان ہائے حیات معیشت سے متاثر اور معیشت سائنس وٹیکنالوجی پر موقوف ہے۔تاخیر کا یہ احساس کسی نہ کسی صورت تو ان اقوام کو وقتاً فوقتاً ہوتا رہتا ہے اور اس کیلئے بعض اوقات وہ کچھ سوچتے بھی ہیں لیکن معاشرہ کی اجتماعی حالت مفلوک الحال ہوتو ذہن وفکر بھی اس سے متاثر ہوتے ہیں تو سوچ تو لیتے ہیں لیکن کوئی راستہ نہیں نکل آتا جو بھی راستہ وہ نکال لاتے ہیں بالعاقبت وہ ایک ڈیڈ انڈ DeadEnd پر جا پہنچتا ہے تو پھر واپس آکر پھر سوچنا شروع کر دیتے ہیں، کبھی وہ اداروں کو نیشنلائز ڈکر جاتے ہیں اور کبھی پرائیوٹائز کر دیتے ہیں۔حکومتی نظام مستحکم نہ ہو اور ادارے نیشنلائز کیے جائیں تو انجام کاران اداروں کا دیوالیہ ہونا ہے اور پرائیوٹائز کریں تو کارپوریٹ کلچر کے اساس پر اس خاص طبقہ یعنی صنعتکاران کا تو فائدہ ہی فائدہ ہے لیکن ملک وقوم اور

عوام کا کوئی خاص فائدہ نہیں ہوتا کہ ماحول استحصال کا ہے لہٰذا ایسے ماحول میں اس نے اپنا سوچنا ہے یا کہ ملک وقوم اور عوام کا؟

آج کا دور جو سیکولر ازم اور کیپٹلزم کے ساتھ اب نیولبرل ازم کا دور ہے اور یہ نیولبرل ازم سیکولر ازم اور کیپٹلزم کے ترکیب سے نکلی ہوئی آگے کی ایک چیز ہے جس کا مرکزی نکتہ ہے آزادی اور مکمل آزادی، اور اس کے دو بچے ہیں، ایک زیادہ سے زیادہ منافع کمانا اور دوسرا اخلاق واقدار کا نہ ہونا یا ان کا دخیل نہ ہونا۔

ایسے میں دیگر صنعتوں کی طرح تعلیم بھی ایک صنعت بن چکی ہے جس کو ایجوکیشن انڈسٹری کہتے ہیں اور انڈسٹری کا تو خمیر ہی ہے پراڈکٹ۔ اور ایسی پراڈکٹ جس کی مارکیٹنگ اچھی ہوتا کہ زیادہ نکلے اور زیادہ منافع ہاتھ آئے۔ ایسے میں پراڈکٹ کی کوالٹی کی بات ہوتی ہے اور کوالٹی پراڈکٹویٹی کے ساتھ ساتھ efficiencyیعنی فعالیت تک محدود ہے ایسے میں ظاہریت کو زیادہ دخل ہوتا ہے تا کہ اسے ڈیمانسٹریٹ کیا جاسکے کہ اس ادارے کا نتیجہ اتنے فیصد آیا اور اس کے گریجویٹس کو یہ یہ جاب مل گیا یعنی کوالٹی بالعاقبت کوانٹٹی پر چلی گئی۔ اب جو ماحول ہے اس میں فلاں ادارے کا یہ رزلٹ کیسے آیا؟ حال کتنے میں ملا وغیرہ وغیرہ اس کا کوئی پتہ نہیں کرتا تو ایسے میں کوالٹی کیا ہوگی یعنی تعلیمی ادارے بھی مشینیں ہیں اور جس طرح صنعتوں میں ملازمین کی ذمہ داری ہوتی ہے یہاں بھی ویسے ہی ہوتا ہے۔ ان پرائیوٹ تعلیمی اداروں کے اساتذہ گستاخی معاف لیکن وہ روبوٹس ہوتے ہیں جو انتظامیہ کے اشاروں پر چلتے رہتے ہیں۔ ان کا اپنے حرکات وسکنات اور سوچ پر اختیار نہیں ہوتا اس لئے کہ ان کا say نہیں ہوتا نہ انتظامیہ ان سے کبھی پوچھنے کی زحمت کرتی ہے۔ ایسے میں اساتذہ خیالات اور جذبات سے عاری ہوجاتے ہیں۔ ان کے لئے ٹیچنگ میں کوئی Charm یا شوق نہیں ہوتا بلکہ ان کو جو ڈیوٹی دی گئی وہ پوری کردی اور وہ بھی اگر بددلی نہیں تو یقیناً بے دلی سے۔ اب یہ بے دلی سے پڑھاتا رہے تو طالب علم کیا سیکھے؟ اس کا انفعال کیسے بیدار ہو کہ یہاں سے فعلیت ہی نہیں یوں ان میں اعتماد بھی ختم ہوجاتا ہے۔ پھر طالب علموں کو بھی رٹہ پر لگادیا جاتا ہے تا کہ وہ بھی روبوٹ بنیں اور جو یاد کیا وہ امتحانی پرچہ پر نقش کریں۔ سو اساتذہ غیر فعال ہوجاتے ہیں کہ طالب علم ایسی تعلیم حاصل کرے کہ اسے روزگار ملے اور بس۔ سو اساتذہ بھی روبوٹس اور طالب علم بھی روبوٹس۔ اب روبوٹس میں تو جذبات واحساسات نہیں ہوتے اور یوں ہم ایک روبوٹس معاشرہ بنارہے ہیں۔ ایسے میں ایک ہی قسم کی ذہنیت پیدا ہوتی ہے کمانا۔ اور حکومتوں میں بیٹھے طاقت ور لوگوں کے لئے بھی ایسے روبوٹس موزوں ہوتے ہیں تا کہ اس طاقت ور طبقہ کے پیدا کردہ سماجی امتیازات پر کوئی سوال ہی نہ کرے جبکہ ان کے بچے یا تو باہر

کے سکولوں میں پڑھتے ہیں یا پھر ملک کے اندر وہ ادارے جو باہر کے نظام ونصاب کے اساس پر بنے ہیں انہوں نے عام لوگوں کے لئے سرکاری سکولز یا پرائیوٹ سکولز سے کچھ لینا دینا نہیں۔ یہ روبوٹک تعلیم اور نیو لبرل ازم ایک دوسرے کے معاون ہیں۔

تعلیم کیسی ہونی چاہیئے؟

تعلیم ایسا ہونا چاہیئے جس میں تحقیق ہو، تنقید ہو، تخلیق ہو تو آگے کی طرف سفر ہوگا۔ اب جب ٹیچر کا Say نہیں تو اس کے کلاس میں طالب علم کا کیا Say ہوگا۔ بس وہ سنے، یاد کرے اور امتحان دے تاکہ ڈگری لے اور اسے روزگار ملے اور چلتی کا نام گاڑی ہے۔ اس طرح علم نہیں حاصل ہوتا تعلیم حاصل ہوتی ہے اور تعلیم نام ہے ڈگری کا یا سند کا۔ ڈگری اور سند سے نہ تو علم حاصل ہوتا ہے نہ عقل کو جلاء ملتی ہے۔ تبھی تو ہم کہتے ہیں کہ مدرسہ سند دیتا ہے یونیورسٹی ڈگری دے دیتی ہے لیکن عقل خدا دیتا ہے۔ اب سند یا ڈگری ہو اور عقل کو جلاء نہ ملی ہو تو یہ تو دیوانہ اور نا سمجھ کو پستول تھمانا ہے یا چھرا تھمانا ہے اور دیوانہ یا خود کو نقصان دے گا یا اوروں کو۔ اب ماحول ہی نقصان دینے کا بنایا ہو ایسے میں ملک وقوم آباد کیسے ہونگے؟ سو پہلے بیانیہ بنانا ہے اور یہ بنتا ہے نصاب وسلیبس، نظام تعلیم وتدریس، سیکھنے کا طریقہ وعمل اور نظام امتحان سے۔ بیانیہ کے بغیر زندگی بے معنی ہے اور معنی کی عدم موجودگی میں زندگی بے مقصد اور مقصد کے بغیر سکولوں میں جانا تو نظر بندی ہے اور زندگی کو بامقصد وبامعنی بنانا بڑی قیمت چاہتی ہے۔ البتہ زندگی کا مقصد ہاتھ آئے تو چہرے پر سکون اور تمکنت ظاہر ہوجاتا ہے کہ اس سے زندگی باسلیقہ ہوجاتی ہے۔ کیونکہ مقصد یہ تو نہیں کہ روزگار مل گیا کیونکہ آپ انسان ہیں نہ روبوٹس ہیں اور نہ مشین ہیں۔ کہ اصل انسان تو اقدار واخلاق ہیں اور یہ تعلیم تو اقدار واخلاق کا بریک ڈاون یا ٹرانسمیشن لائنز کا ٹرپ ہونا ہے۔ اصل تعلیم سے بینائی آتی ہے اور بینائی نام ہے دانائی اور استدلال کا۔ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم نیچے نہیں بیٹھ سکتے اور جلدی سے بھی پیشتر اونچائی پر پہنچنا چاہتے ہیں۔ ہم معقولیت کے بغیر مقبولیت چاہتے ہیں اور ایسے میں ہم سچائی، دیانت اور اخلاقیات کا خون کرتے رہتے ہیں اور ہمارا سب کچھ کائنات کے کمپیوٹر پر چلا جاتا ہے اور وہاں سے پھر یہ Reflect بھی کرتا ہے اور نتیجہ ہمارے سامنے ہے کہ ہم بقول منیر نیازی......

یہ میرے شہر پر آسیب کا سایہ ہے یا پھر کیا
کہ منزل تیز تر ہے اور سفر آہستہ آہستہ

(بقیہ صفحہ ۵۵ پر)

سفرنامہ ترکی
(قسط ۱)
مولانا ڈاکٹر قاسم محمود
صدر مجلس علمائے کراچی و جامعہ اسلامیہ مخزن العلوم

دیار خلافت کا سفر شوق

ترکی نے جناب رجب طیب اردوان صاحب کی قیادت و سیادت میں جب سے پلٹا کھا کر خود کو نئی خوشگوار، حیرت انگیز، جان فزا تبدیلی و ترقی کے سانچے میں ڈھالا ہے اور اپنے وجود سے اسلام بیزاری، دین دشمنی اور اندھا دھند سیکولر ازم کی ستر سالہ خاک جھاڑ کر اپنے شاندار اور اسلامی ماضی سے مربوط ہو کر اٹھ کھڑا ہوا ہے، دنیا بھر کے باعمل مسلمانوں اور اسلام پسندوں کیلئے خوابوں کی سرزمین بن کر ابھرا ہے۔ کہاں وہ جمہوریہ ترکی جو ایک طرف خلافت کی قبا چاک کرنے کے بعد اسلامی برادری سے کٹ کر اندھیروں میں گم ہو گیا تھا اور دوسری طرف جبر کے نظام کے تسلط سے عدم استحکام کا شکار ہو کر معاشی ابتری اور کساد بازاری کے جبڑوں میں بھی پھنس گیا تھا۔ اتا ترک مصطفیٰ کمال پاشا جدید ترکی اور جمہوریہ کے بانی ہیں اور ترکوں کیلئے آج بھی بابائے قوم کا درجہ رکھتے ہیں، مگر انہوں نے ایک خاص ردعمل کا شکار ہو کر ترک قوم کو بالجبر جس راستے پہ ڈالا اس نے ترک ملت کو بے شمار مسائل کی دلدل میں پھنسا دیا۔ اتا ترک اور ان کے ساتھیوں کا خیال تھا کہ ترک قوم کی ترقی اور خوشحالی کی راہ میں خلافت و سلطنت کا وہ نظام حائل ہے، جو بوسیدہ ہو کر بری طرح مضمحل اور کمزور ہو چکا تھا۔ اتا ترک نے سوچا خلافت و سلطنت کے نظام سے پوری امت مسلمہ کا غم و درد پالنے کے بجائے نیشن اسٹیٹس کے نئے سیاسی نظام کے مطابق ترکی کو ترک قوم کی حدود تک ہی محدود ہونا چاہئے، جس طرح یورپ میں وہ قومی اوطان کو پنپتا دیکھ رہے تھے، چنانچہ انہوں نے پہلے خلافت کی فوج میں ایک کمانڈار کی حیثیت سے بڑا رسوخ قائم کیا اور پھر رفتہ رفتہ اپنی طاقت بڑھا کر اپنے منصوبے پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ ان کی طاقت میں اس وقت اضافہ ہوا جب دربار خلافت نے پہلی عالمی جنگ میں جرمنی کا ساتھ دے کر اتحادیوں کے خلاف میدان جنگ میں آنے کا فیصلہ کیا۔

مصطفیٰ کمال اور ان کی زیر سرپرستی ینگ ٹرکس اس اقدام کے مخالف تھے۔ دیکھا جائے تو خلافت عثمانیہ کا یہ فیصلہ واقعی درست نہ تھا، تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ بڑی تہہ دار سازشوں کے

ذریعے خلافت عثمانیہ کو اس اقدام کی طرف بڑھایا گیا تھا، چنانچہ وہی ہوا جو شکاریوں اور اسلام دشمن طاقتوں نے سوچا تھا، پہلی عالمی جنگ میں جرمنی کو شکست ہوئی تو اس ہزیمت کا بدلہ خلافت عثمانیہ کا نام ونشان مٹا ڈالنے کی صورت میں لیا جانے لگا۔ اتحادی فوجیں مرکز خلافت میں گھس آئیں، قریب تھا کہ خلافت کے ساتھ ساتھ ترکوں کا اقتدار اور وطنی تشخص کا بھی خاتمہ کر دیا جاتا۔ عالم یہ تھا کہ یونان کی فوجیں ایشیائے کوچک (موجودہ ترکی کا وہ حصہ جو ایشیا میں واقع ہے اور اناطولیہ بھی کہلاتا ہے) پر قابض ہوگئیں، جبکہ ترکی کے یورپی حصے (جو براعظم یورپ کے جغرافیے میں واقع ہے اور رومیلیا کہلاتا ہے) پر برطانیہ نے دانت گاڑ لئے۔

ایسے میں مصطفیٰ کمال اتاترک اپنی فوجیں لے کر اٹھے اور پوری جرات کے ساتھ ترک قوم کو جو اپنی تاریخ میں کبھی کسی غیر قوم کی غلام نہیں رہی، کو یونان کے قبضے سے نجات دلا دیا اور یونانی فوجیوں کو ۱۹۱۹ء میں شکست فاش دے کر ایشیائے کوچک کو آزاد کروالیا۔ اسی کارنامے پر مصطفیٰ کمال اتاترک یعنی ترکوں کے بابائے قوم ٹھہرے۔ اس کے بعد ان کی قوت میں اضافہ ہوا۔ سلطان پہلے ہی برطانیہ کے رحم و کرم پر تھا اور خلافت دربار کے محلات تک محدود ہو کر رہ گئی تھی پھر عالمی طاقتوں کی سازشوں سے کچھ ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ مصطفیٰ کمال اور ان کے ساتھیوں کو خلافت کے باقاعدہ خاتمے اور ترکی کو ترک قوم تک محدود رکھنے کا اعلان اور اقدام کرنا پڑا۔

قصہ مختصر ترکی میں اس انقلاب حال پر شدید بے چینی اور مزاحمت کی آگ بھڑک اٹھی، مگر مصطفیٰ کمال نے پوری ریاستی قوت سے تمام مسلح مزاحمتوں کا سر کچل کر بڑی بے رحمی سے ترک قوم کو اس کے اسلامی ماضی سے کاٹ کر رکھ دیا۔ مصطفیٰ کمال نے اسلام کو دیس نکالا کر سیکولرازم میں پناہ لی مگر جس طرح جابرانہ اقدامات کئے اور ایک جارحانہ اور ظالمانہ نظام دے کر رخصت ہوئے اس سے سیکولرازم نے بھی پناہ مانگی۔ مصطفیٰ کمال نے مسلح مزاحمتوں کا تو قلع قمع کر دیا۔ اسلام کو دیس نکالا دیا۔ خلیفہ اور اس کے خاندان کو جلاوطن کر دیا۔ ترک قوم کی سوچ اور انداز سوچ کو بھی مرضی کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کی۔ عثمانی رسم الخط ممنوع ٹھہرا دیا۔ دین پر عمل جرم بنا دیا، تاہم غیور ترک قوم نے جبر کے تمام تر ہتھکنڈوں کے باوجود اپنے ماضی اور اپنے دین سے رشتہ ختم نہیں کیا۔ اندر اندر ہی چنگاری سلگتی رہی۔ یہاں تک کہ عدنان میندریس اور جلال بایار کی کوششوں سے جب وہ برسر اقتدار آنے میں کامیاب ہوئے، ۱۹۵۲ء میں کوئی تیس سال بعد پہلی بار ترکی سے کوئی مسلمان حج کیلئے گیا اور پہلی بار ترکی میں اذانیں گونجیں۔ تاہم کمالسٹ سیکولر نظام کی محافظ فوج ایکشن میں آئی اور اسلام پسند

صدر جلال بایار اور وزیر اعظم عدنان میندریس کو گرفتار کر کے جیل میں ڈال دیا۔

میندریس کو بعد ازاں پھانسی دے کر شہید کر دیا گیا جبکہ بایار طویل عرصہ جیل کی کال کوٹھری میں رہے۔ اس کے ساتھ ساتھ خانقاہی سلسلوں بالخصوص صوفی بزرگ بدیع الزمان سعید نورسی اور شیخ محمود آفندی جیسی عظیم روحانی شخصیات کی زیرِ زمین محنتوں کے نتیجے میں ترک قوم مکمل دین سے برگشتہ ہونے سے محفوظ ہوگئی۔ اسی محنت کے نتیجے میں طویل خلا کے بعد ایک بار پھر سیاست کے میدان میں نجم الدین اربکان کی صورت میں ایک مدبر اسلام پسند قائد ابھرا اور دینی نظریات کی بنیاد پر سیاست کا آغاز کیا۔ نجم الدین اربکان بھی اپنی محنت، قابلیت اور جد و جہد کی بدولت وزارت عظمی کی مسند پر فائز ہونے میں کامیاب ہوئے مگر انہیں بھی جلد اقتدار سے محروم کر دیا گیا۔

موجودہ صدر جناب رجب طیب اردوان انہی نجم الدین اربکان کے سیاسی اور شیخ محمود آفندی کے روحانی شاگرد ہیں، انہوں نے جب یہ دیکھا کہ اسلام پسندوں کو اسلامی نعروں کی وجہ سے آگے نہیں آنے دیا جاتا تو انہوں نے طریق کار اور حکمت عملی بدل کر تعمیر و ترقی اور عدل و انصاف کو اپنا منشور بنا کر "جسٹس اینڈ ڈویلپمنٹ پارٹی" کی بنیاد رکھی اور اپنی تمام تر توجہ ترکی کے مسائل حل کرنے پر مبذول کی۔ جس کے نتیجے میں وہ پہلے استنبول کے میئر منتخب ہوئے۔ میئر بننے کے بعد انہوں نے شاندار کارکردگی سے استنبول کا نقشہ بدل دیا۔ شہر کے تمام مسائل حل کر کے اس کا حسن لوٹا دیا۔ پھر کیا تھا استنبول جیسے ایک شہر کے افق پر اٹھنے والا یہ ستارہ پورے ترکی میں چمکنے لگا اور چمکتا اور اپنی کارکردگی کی بنیاد پر آگے بڑھتا چلا گیا۔

آج الحمد للہ جناب رجب طیب اردوان کی قیادت میں ترکی کہاں سے کہاں جا پہنچا ہے۔ کہاں وہ ترکی جس کی کرنسی بوریاں بھر کر معمولی شاپنگ کے لیے استعمال ہوتی تھیں اب ڈالر سے آنکھیں چار کئے کھڑی ہے اور ترکی اپنی معیشت کو مستحکم کر کے آئی ایم ایف کو الٹا قرض دینے والوں کی صف میں آ گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جناب رجب طیب اردوان کی قیادت میں ترکی آج عالم اسلام کی قیادت کرنے کے مقام پر بھی پہنچ چکا ہے۔ ایسے میں ترک قوم کی اس حیرت انگیز دینی و مادی ترقی اور کامیابی و کامرانی کو قریب سے دیکھنے کی آرزو جاگنا ہر نظریاتی اور باشعور و دین دوست مسلمان کیلئے ایک فطری امر ہے۔ ہمارے دل میں بھی عرصے سے یہ جذبہ انگڑائی لے رہا تھا کہ کسی طرح ترکی جانے کی سبیل پیدا ہو اور ہم اپنی آنکھوں سے اسلام کے شاندار ماضی کے اس گہوارے کی زیارت کے ساتھ ساتھ اس حقیقت کی جستجو کر سکیں کہ آخر ترک قوم کس طرح ذلت و پستی کی گہرائیوں

سے اٹھ کر دوبارہ عظمت رفتہ کو پانے کی طرف نہایت تیزی اور کامیابی سے گامزن ہے۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ہمارے دوست اور جمعیت علمائے اسلام (س) کے کرتا دھرتا جناب مولانا سید یوسف شاہ صاحب کو کہ انہوں نے گزشتہ مہینے یہ نوید سنائی کہ ترجمان اہل حق قائد مدارس اسلامیہ اور وفاق المدارس کے مدبر اور اولو العزم ناظم اعلیٰ جناب حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری مدظلہ العالی کی سرکردگی میں پاکستان کے جید علماء و مشائخ کا ایک موقر گروپ ترکی کے آٹھ روزہ دورے پر جارہا ہے۔ بھائی سید یوسف شاہ صاحب کی تشویق پر ہم نے بھی اس موقر گروپ کے ساتھ اس قافلہ شوق میں ہمرکاب بننے کا فیصلہ کیا۔ آج شام ان شاءاللہ حضرت مولانا حنیف جالندھری صاحب کی قیادت میں ہم ترکی کے سفر پر روانہ ہوں گے۔ ان شاءاللہ اس سفر کے دوران ہم آپ سب احباب کو بھی اپنے ساتھ رکھنے کی کوشش کریں گے اور وہاں کا احوال آپ سے شیئر کرتے رہیں گے۔

استنبول میں اہم تاریخی مقامات کی زیارت کے ساتھ ساتھ ہمیں تحریک آزادہ ہند کے عظیم مجاہد امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھی کی اس جائے قیام کے دید سے آنکھیں ٹھنڈی کرنے کا بھی اشتیاق ہے جہاں اپنی جلاوطنی کے دوران مولانا سندھی کوئی اڑھائی سال مقیم رہے۔ یہ مقام ہمارے ایک دوست کی تحقیق و تفتیش کے مطابق سلطان احمد مسجد المعروف نیلی مسجد کے قریب آق سرائے کے علاقے میں واقع ہے۔ امید ہے دیگر زیارات کی طرح ہم یہاں پہنچنے میں بھی کامیاب ہوں گے۔

تمام احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس سفر کو خیر و برکت کا ذریعہ بنائے اور نیک عزائم و مقاصد میں معاون اور نافع بنائے۔ آمین۔ (جاری ہے)

(بقیہ صفحہ ۵ سے) تعلیم مقصود ہے یا با مقصد تعلیم؟

بلکہ ہمارا مسئلہ تو اس سے بھی گھمبیر ہے۔ ہم تو یہ نہیں کہ ہمارا منزل ہم سے آگے تیز تیز جارہا ہے اور ہم اس کے پیچھے آہستہ آہستہ بلکہ ہم تو منزل سے ریورس پر تیز تیز جارہے ہیں اور ہر لمحے ہمارا اور منزل کا فاصلہ افزوں ہوتا جارہا ہے۔ ہمارے لیڈران کرام بھی مقبول فیصلوں میں لگے رہتے ہیں تاکہ وقتی طور پر اس کا واہ واہ ہوجائے معقول فیصلے نہیں کرتے کہ ایک تو وہ لوگوں کو آسانی سے ہضم نہیں ہوتے۔ دوسرا یہ کہ اس کا نتیجہ دیر سے آتا ہے تو تب تک تو اس لیڈر کا ٹائم ختم ہوا ہوگا اور دوسرے کو اس کا کریڈٹ ملے گا اور اس کو ووٹ پڑے گا جبکہ لیڈر کی شناخت یہ ہے اگر وہ سیاست دان ہو تو وہ معقول فیصلے کریں صرف مقبول نہیں اور وہ اگلے الیکشن کا نہیں اگلی نسلوں کا سوچیں۔ ☆ ☆ ☆

صاحبزادہ عبدالحق ثانی

دارالعلوم کے شب و روز

مہتمم حضرت مولانا انوارالحق حقانی صاحب مدظلہ کی مصروفیات

۲۹ مارچ: وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیر اہتمام سالانہ امتحانات کے پرچہ جات کی جانچ پڑتال کیلئے جامعہ عثمانیہ چراٹ روڈ پبی تشریف لے گئے جہاں صوبہ بھر سے آئے ہوئے ممتحنین سے امتحانی قواعد وضوابط کے متعلق اہم خطاب فرمایا۔ مارکنگ کا یہ عمل دس دن رہا ان دنوں حضرت مہتمم صاحب وقتاً فوقتاً نگرانی کے لئے وہاں تشریف لے جاتے رہے۔

۸/اپریل: اسلام آباد میں طالبان افغانستان کی مذاکراتی وفد اور پاکستانی علماء کے درمیان ملاقات میں شرکت کی، امریکہ اور طالبان کے درمیان امن معاہدہ اور مذاکرات کے بارے میں گفتگو ہوئی، حضرت مہتمم صاحب نے طالبان افغانستان کی امن کی کوششوں کو سراہا۔

☆ علاقہ چھچھ کے معروف عالم دین اور دارالعلوم حقانیہ کے قدیم فاضل مولانا ظہور الحق دامانؒ کی نماز جنازہ میں شرکت کی اور جنازہ پڑھایا۔

☆ مردان میں حذیفہ شفیق ابن شفیق الدین فاروقی مرحوم (نواسہ مولانا سمیع الحق شہیدؒ) کی تقریب نکاح میں شرکت کی اور نکاح پڑھایا۔ ☆ تمبولک مردان تشریف لے گئے جہاں مولانا ہدایت الرحمن مرحوم کے اہل خانہ سے تعزیت کی اور مرحوم کے رفع درجات کیلئے دعا فرمائی۔

☆ وفاق المدارس کے پرچوں کی نگرانی فرمائی اور امتحانی کمیٹی اور ممتحنین اعلیٰ کے اجلاس کی صدارت کی۔ ☆ مدرسہ العلوم والمعارف نواں کلی نوشہرہ کی سالانہ جلسہ دستار بندی میں شرکت وخطاب فرمایا۔ ☆ جامعہ نعمانیہ بانڈہ نبی پبی نوشہرہ میں حفظ قرآن کی تقریب سے خطاب فرمایا

☆ مولانا رفیق احمد کی دعوت پر مدرسہ العلوم الاسلامیہ ڈاگی خیل نوشہرہ میں حفاظ کرام کی دستار بندی فرمائی اور فضائل قرآن کے موضوع پر مفصل خطاب فرمایا۔

☆ جامعہ کے ناظم مولانا انعام الحق حقانی کے مدرسہ عربیہ تفہیم الدین ٹیارہ پبی نوشہرہ کی سالانہ تقریب دستار بندی میں شرکت اور خطاب فرمایا ان کے ہمراہ مولانا بلال الحق بھی تھے۔

☆ دارالعلوم حقانیہ کے استاد مولانا ظفر الحق حقانی کی دعوت پر صدہ کرم ایجنسی تشریف لے گئے

جہاں مدرسہ انوار المدارس کی سالانہ دستار بندی میں شرکت اور مفصل خطاب فرمایا۔

☆ دارالعلوم حقانیہ کے جید فاضل اور دارالعلوم کے اساتذہ بالخصوص مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ کے خادم مولانا محمد شفیع حقانی جلوزئی پبی کے والد گرامی محمد اسلام کی وفات پر ان سے تعزیت کی اور مرحوم کے لئے مغفرت کی دعا فرمائی۔

جامعہ حقانیہ کے طلبا کی وفاق المدارس میں نمایاں کامیابی

الحمدللہ امسال ۱۴۴۲ھ جامعہ کے طلبا کرام نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سالانہ امتحان میں صوبائی سطح پر تین پوزیشنز حاصل کیں، جن میں دورہ حدیث کے طالب علم عبدالعزیز بن علی حیدر نے ۵۵۴ نمبر لے کر سوم، افتخار احمد بن اقبال دوران خان نے درجہ عالیہ میں ۵۷۵ نمبر لے کر سوم اور درجہ متوسطہ کے محمد اللہ بن عتیق اللہ نے ۵۹۷ نمبرات کے ساتھ تیسری پوزیشن پر رہے۔

جے ٹی آر میڈیا ٹیم کی دارالعلوم آمد اور پروگرام "ہمارے مدارس" کی ریکارڈنگ اور ٹیلی کاسٹ

جامعۃ الرشید (جے ٹی آر) کی میڈیا ٹیم نے دینی مدارس کے حوالے سے ایک بہت ہی اہم مفید اور معلومات افزا سلسلہ شروع کیا ہے۔ جس میں ملک کے مستند اور بڑے تعلیمی اداروں کو بہترین انداز میں معلوماتی رتعارفی پروگرامز کی شکل میں نشر و پیش کیا جارہا ہے۔ لادینیت کے ماحول اور دینی مدارس کے خلاف پھیلائے گئے منفی پروپیگنڈے کے توڑ کے لئے یہ ایک اچھی اور مثبت کاوش ہے۔ اس سلسلے میں جامعہ دارالعلوم حقانیہ میں بھی جے ٹی آر کی میڈیا ٹیم نے مولانا عبدالودود صاحب کے ہمراہ پچھلے ماہ یہاں کا دورہ کیا تھا جسے گزشتہ دنوں دو حصوں میں ترتیب دے کر نشر کیا گیا ہے۔ پروگرام "ایک دن جامعہ حقانیہ میں" بہت مقبولیت حاصل کر گیا اور اب تک الحمدللہ لاکھوں افراد دیکھ کر پسندیدگی کا اظہار کر چکے ہیں۔ پروگرام میں حضرت مہتمم مولانا انوار الحق صاحب، نائب مہتمم مولانا حامد الحق حقانی اور مدیراعلیٰ ماہنامہ "الحق" مولانا راشد الحق سمیع کے تفصیلی انٹرویوز بھی ہیں، جے ٹی آر ٹیم کی رہنمائی اور میزبانی مولانا راشد الحق سمیع صاحب نے فرمائی، آپ کی معاونت ناظم مولانا حزب اللہ اور مفتی یاسر نعمانی نے کی۔ ان پروگرام کا لنک درج ذیل ہے۔

https://www.facebook.com/jtrmediahouseofficial/videos/195690805463648/

نائب مہتمم حضرت مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ کی مصروفیات واسفار

☆ اسلامی نظریاتی کونسل کے نومنتخب ممبران کا تعارفی اجلاس اسلامی نظریاتی کونسل اسلام آباد میں چیئرمین جناب قبلہ ایاز صاحب کی زیرصدارت منعقد ہوا۔ حضرت والد مکرم مولانا حامد الحق حقانی

صاحب، نائب مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ وامیر جمعیت علمائے اسلام پاکستان بھی بحیثیت رکن اسلامی نظریاتی کونسل اجلاس میں شریک ہوئے اور اپنا تعارفی خطاب فرمایا۔

☆ راولپنڈی کی مشہور دینی خانقاہ عیدگاہ شریف کے سجادہ نشین پیر نقیب الرحمٰن صاحب اور پیر حسان حبیب الرحمٰن صاحب کی دعوت پر عیدگاہ شریف راولپنڈی تشریف لے گئے اور دعوت افطار میں شرکت فرمائی ☆ حضرت نائب مہتمم مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ سے درگاہ میاں میر شریف لاہور کے سجادہ نشین اور ہدیۃ الہادی پاکستان کے سربراہ پیر سید ہارون گیلانی صاحب نے وفد کے ہمراہ اکوڑہ خٹک میں ملاقات کی اور ملکی وملی حالات پر تبادلہ خیال وغوروخوض کیا گیا۔وفد میں گلگت بلتستان کی مختلف سیاسی جماعتوں کے نمائندے بھی شامل تھے جن میں جناب سید سرور شاہ (سابق ممبر قانون ساز اسمبلی) مولانا عزیز الرحمٰن صاحب (سابق نگران وزیر ورہنما جمعیت ف)،مولانا عبدالغفور صاحب (امیر جمعیت علمائے اسلام س گلگت بلتستان)، حاجی گل بادشاہ (امیر اشاعت التوحید والسنہ) ،مولانا سیف الرحمٰن (صدر مسلم لیگ ضلع کوہستان) شامل تھے ☆ حضرت مولانا یوسف قریشی صاحبؒ کے ادارے جامعہ اشرفیہ پشاور میں مولانا طیب قریشی صاحب خطیب مسجد مہابت خان وجامعہ اشرفیہ کی میزبانی میں منعقدہ جلسہ دستار بندی میں حضرت نائب مہتمم صاحب نے بطور مہمان خصوصی شرکت کی اور خطاب فرمایا ☆ علاقہ چھچھ کے معروف عالم دین اوردارالعلوم حقانیہ کے قدیم فاضل مولانا ظہورالحق دامانؒ کی وفات پر تعزیت کے لئے چھچھ تشریف لے گئے اور پسماندگان سے تعزیت کی۔☆ حضرت نائب مہتمم مولانا حامد الحق حقانی صاحب مدظلہ معروف صحافی سلیم صافی کی والدہ مرحومہ کی وفات پر تعزیت کیلئے انکی رہائش گاہ رشکئی تشریف لے گئے۔

جامعہ میں رمضان المبارک میں دورہ تفسیر کا اہتمام

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی وسیع وعریض نئی جامع مسجد حضرت مولانا عبدالحقؒ میں امسال جامعہ کے جید مدرس مولانا بلال عابد صاحب نے دورہ تفسیر القرآن کا اہتمام کیا۔افتتاحی تقریب سے حضرت مہتمم صاحب شیخ الحدیث حضرت مولانا انوار الحق صاحب ،حضرت نائب مہتمم مولانا حامد الحق حقانی صاحب نے خطاب فرمایا۔

جامع مسجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ میں نماز تراویح میں ختم القرآن

نئی وسیع وعریض جامع مسجد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ میں امسال بھی نماز تراویح میں ختم القرآن جاری ہے،جامعہ کے خوش الحان طالب علم حافظ حسنین یہ سعادت حاصل کرر ہے ہیں۔

جامعہ کے نئے تعلیمی سال ۴۳۔۱۴۴۲ھ بمطابق ۲۲۔۲۰۲۱ء کے داخلوں کا شیڈول

درس نظامی

درجات	ایام	تاریخ
تمام درجات کے قدیم طلباء (اعدادیہ تا دورہ حدیث)	ہفتہ	۹شوال۱۴۴۲ھ بمطابق ۲۲مئی ۲۰۲۱ء
جدید دورہ حدیث شریف	اتوار	۱۰شوال۱۴۴۲ھ بمطابق ۲۳مئی ۲۰۲۱ء
جدید دورہ حدیث شریف	پیر	۱۱شوال۱۴۴۲ھ بمطابق ۲۴مئی ۲۰۲۱ء
موقوف علیہ، اعدادیہ، متوسطہ، اولی، ثانیہ، ثالثہ	منگل	۱۲شوال۱۴۴۲ھ بمطابق ۲۵مئی ۲۰۲۱ء
سادسہ، رابعہ، خامسہ (تخصص فی الفقہ)	بدھ	۱۳شوال۱۴۴۲ھ بمطابق ۲۶مئی ۲۰۲۱ء
تکمیل، تجوید للعلماء، تجوید للحفاظ، **افتتاح**	جمعرات	۱۴شوال۱۴۴۲ھ بمطابق ۲۷مئی ۲۰۲۱ء
تخصص فی الدعوۃ والارشاد	ہفتہ	۱۶شوال۱۴۴۲ھ بمطابق ۲۹مئی ۲۰۲۱ء

شعبہ حفظ : درجہ حفظ میں داخلہ کے خواہشمند طلباء کی درخواستیں ۱۵رمضان ۱۰رشوال بمطابق ۲۸اپریل تا ۲۳مئی تک دفتر اہتمام میں جمع کی جائیں گی۔ حفظ کے خواہشمند طلباء کا ٹیسٹ اور انٹرویو وغیرہ ۹،۱۰شوال بمطابق ۲۲۔۲۳مئی بروز ہفتہ، اتوار صبح 9:00 کو دارالعلوم حقانیہ میں ہوگا (امسال شعبہ حفظ کا داخلہ دارالعلوم حقانیہ کی تعلیمی کمیٹی اور دارالحفظ کے اساتذہ کی مشترکہ نگرانی میں ہوگا)۔ صرف وہ امیدوار درخواست دیں جو قرآن ناظرہ سے پڑھ چکے ہوں۔ عمر ۱۳سال سے متجاوز نہ ہو۔ دو پارے پہلے سے یاد کرنے والوں کو ترجیح دی جائیگی۔

درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء

درجہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء کیلئے داخلہ درخواست ۱۰شوال بمطابق ۲۳مئی بروز اتوار تک دفتر اہتمام میں جمع کرائی جائیں گی اور انٹری ٹیسٹ ۱۳شوال بمطابق ۲۶مئی بروز بدھ صبح 9:00 بجے ہوگا۔ نوٹ: تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء کا دورانیہ دو سال ہوگا۔

تخصص فی الدعوۃ والارشاد : امسال جامعہ حقانیہ میں فضلائے کرام کیلئے ایک سالہ ممتاز ومنفرد کورس "تخصص فی الدعوۃ والارشاد" کا آغاز ہو رہا ہے جس میں دعوتی اسالیب تحریر وتقریر، صحافت، سیرت وتاریخ، عربی انشاء، کمپیوٹر اور تقابل ادیان سکھائے جائیں گے۔ انٹری ٹیسٹ ۱۶شوال بمطابق ۲۹مئی بروز ہفتہ ہوگا۔

نوٹ:۱ درجہ متوسطہ میں وہ طلباء داخلہ لینگے جو کہ ساتویں جماعت پاس ہوں **نوٹ:۲** داخلہ کے خواہشمند طلباء کیلئے نادرا شناختی کارڈ کا ہونا لازمی ہے اور جو امیدواران نابالغ ہیں وہ اپنے والد صاحب کا نادرا شناختی کارڈ ضرور لائیں اور ساتھ تین عدد پاسپورٹ سائز رنگین تصاویر بھی ضروری ہیں **نوٹ:۳** امسال دارالعلوم حقانیہ میں شعبہ تجوید کا الگ شعبہ ہوگا جسمیں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے نصاب کے مطابق حفاظ کیلئے دو سالہ کورس اور علماء کرام کیلئے یک سالہ کورس پڑھایا جائیگا **نوٹ:۴** ہر درجہ میں داخلہ کیلئے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے تحتانی درجات کے اصلی سندات کا برائے معائنہ دکھانا لازمی ہے اور ساتھ ان ہی اسناد کے دو عدد فوٹو سٹیٹ بھی لانا ضروری ہے **نوٹ:۵** تمام قدیم طلباء کرام کا داخلہ رجسٹریشن کارڈ پر ہوگا لہٰذا قدیم طلباء کرام اپنے ساتھ رجسٹریشن کارڈ ضرور لائیں

نوٹ:۶ جو غیر ملکی طلباء کرام جامعہ میں داخلہ کے خواہشمند ہوں وہ پاکستانی ویزہ اور دیگر ضروری دستاویزات اپنے ساتھ ضرور لائیں

نوٹ:۷ قدیم طلباء کیلئے جو تاریخ مقرر کی گئی ہے وہ حتمی ہے، مقررہ تاریخ کے بعد کسی بھی طالبعلم کو داخلہ نہیں ملے گا

دارالعلوم کے نئے تعلیمی سال کا باضابطہ آغاز ان شاء اللہ ۱۴شوال ۱۴۴۲ھ بمطابق ۲۷مئی ۲۰۲۱ء بروز جمعرات ہوگا

مولانا محمد اسلام حقانی

تعارف وتبصرہ کتب

● **خطباتِ عرفان** افادات: مولانا عرفان الحق حقانی

ضخامت: صفحات ۴۶۳ ناشر: موتمر المصنفین جامعہ دارالعلوم حقانیہ 03339102368

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اظہار مافی الضمیر کے لئے بہترین قوت بیان سے نوازا ہے، جس سے وہ حق کی طرف رہنمائی کرے اور باطل سے روکے، اگرچہ بعض شیطان وطاغوت کی طرف دعوت دینے کیلئے بھی اس فن کا استعمال کرتے ہیں، لیکن 'حق' کے داعی کی دلیل وحجت اور زور بیان کے سامنے انکی ایک نہیں چلتی، انہی حق گو علماء میں خانوادہ حق کے گل سرسبد مولانا عرفان الحق حقانی بھی ہیں جنہیں حق تعالیٰ نے بہترین انداز خطابت سے نوازا ہے، پشتون معاشرہ اور اسکے رسم ورواج سے واقف ہونے کی بناء پر آپ کی تقریر عوامی حلقوں میں ہرکوئی پسند کرتا ہے، انکی تقاریر کی افادیت کو دیکھتے ہوئے برادرم مولانا محمد اسلام حقانی (رفیق موتمر المصنفین) نے آپ کے منتخب خطبات کو کتابی شکل میں مرتب کیا ہے، جس میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ، فضائل ومناقب خلفائے راشدین، عبادت و عبدیت، فضیلت علم وعلماء عورت پر اسلام کے احسانات، ایمان غیرت اور اسکے تقاضے، تزکیہ نفس جیسے اہم موضوعات پر خطبات ہیں، کتاب کے شروع میں مشائخ واساتذہ جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی تقریظات بھی ہیں جو کتاب کے ماتھے پر جھومر کی حیثیت رکھتی ہیں، یہ کتاب مواعظ وخطبات کی کتابوں میں ایک اچھا اضافہ ہے جو علماء، طلباء، خطباء اور تعلیم یافتہ افراد کیلئے یکساں مفید ہے، (مبصر: مولانا حبیب اللہ حقانی)

● **مضامین قرآن** (سورتوں کے موضوعات اور خلاصے) مصنف: مولانا الطاف الرحمٰن عباسی

ضخامت: ۳۷۱ صفحات ناشر: القرطبہ للنشر و التوزیع جامعہ قرطبہ گلشن بلاک ا، کراچی 03334248096

قرآن کریم ایک مقدس کتاب ہے جو پوری انسانیت کیلئے رشد و ہدایت کا ذریعہ اور وسیلہ ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کتاب ہدایت میں انسانوں کے تمام مسائل کو تفصیل سے بیان کر دیا ہے، اس کے علوم و معارف، حکم وعبر اور موضوعات ومباحث لامتناہی اور لامحدود ہیں، اسکی ہر سورت سینکڑوں موضوعات لامتناہی علوم اور بے پناہ معارف سے معمور ہوا کرتی ہے، مختلف زبانوں میں اہل علم نے اس حوالے سے کئی کتابیں لکھی ہیں اور اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے، اس سلسلہ کی ایک کڑی مولانا الطاف الرحمٰن عباسی کی کتاب ''مضامین قرآن'' بھی ہے جو اردو زبان میں نہایت اہم اور جامع کاوش ہے۔

زیر تبصرہ کتاب ''مضامین قرآن''مصنف موصوف کے درسی افادات پر مشتمل مجموعہ ہے، مصنف موصوف نے نہایت جانفشانی اور عرق ریزی سے یہ تمام نکات پہلے دروس کے شکل میں طلبہ کو پڑھائی اور اب کتابی صورت میں مرتب کرنے کی سعادت حاصل کی، اس کتاب میں مصنف موصوف نے ہر سورت کے شروع میں ایک تعارف نامہ لکھا ہے جس میں اس سورت کے حوالے سے تمام بنیادی معلومات پیش کیں، دوسری اہم بات یہ کہ ہر سورت کا موضوع واضح کرکے پھر اس میں دو قسم کے خلاصے (اجمالی اور تفصیلی) پیش کئے ، یقیناً یہ قرآن مجید کے مضامین کو سمجھنے اور جاننے کیلئے انتہائی مفید اور ہر لائبریری اور گھر میں رکھنے کے لائق کتاب ہے، علماء، واعظین، مدرسین اور مناظرین کیلئے نہایت مفید کاوش اور اپنے موضوع پر لائق صد تحسین کام ہے، اہل علم و ذوق کیلئے ایک قیمتی سوغات اور انمول تحفہ ہے اللہ مصنف کی اس کاوش کو خواص اور عامۃ الناس کیلئے نفع بخش بنائے (آمین)

● برصغیر کی تاریخ دعوت وعزیمت میں مولانا محمد الیاس کا کردار مؤلف: مولانا تسبیح اللہ شہزاد

ضخامت: صفحات ۳۱۰ ناشر: شعبہ نشر واشاعت، مدرسہ مدینۃ العلم 4/C درگی ضلع چارسدہ کے پی کے

مولانا تسبیح اللہ شہزاد صاحب جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کے قابل فخر فرزند، جید عالم دین اور اپنے اساتذہ کے منظور نظر ہیں، ''مدینۃ العلم'' کے نام سے ایک دینی ادارے کے مدیر ہیں۔ کئی علمی موضوعات پر ان کی کاوشیں اہل ذوق وفن سے داد وتحسین وصول کرچکی ہیں، اب کے بار انہوں نے معاشرہ میں قیام امن واستحکام، افراط وتفریط کی ناشائستگی وبے وقعتی سے پاک اور وحدت امت کے علمبردار جماعت ''تبلیغی جماعت'' کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی پر ایک علمی ،تاریخی اور تحقیقی کتاب لکھی ہے، جس میں مؤلف نے ''برصغیر کی تاریخ دعوت وعزیمت میں مولانا محمد الیاس کا کردار'' کے حوالے سے بحث کی ہے، کتاب کے سب ٹائٹل پر تعارف درج ذیل الفاظ سے کیا گیا ہے: ''روئے زمین پر انسانی آبادی کا آغاز، برصغیر اور عرب برصغیر سے تعلقات بعثت نبوی سے پہلے ،عرب وہند کی مذہبی ہم آہنگی، بعثت نبوی کی برصغیر کے معاشرہ پر اثرات، تاریخی قیاس آرائیاں ،ہندی النسل صحابہؓ، برصغیر میں شق القمر کا ظہور، دعوت اسلام، قرآن وحدیث کی روشنی میں امت محمدیہ کا امتیازی تمغہ، دعوت کے طرق واقسام ،دعوت عزیمت میں مولانا محمد الیاس کا کردار، تبلیغی جماعت کی مقبولیت، تبلیغی جماعت اکابر واسلاف کی نظر میں، اور تبلیغی جماعت کے متعلق چند غلط فہمیوں کا ازالہ......'' کتاب پر اکابر ومشائخ کی تائیدات، تقریظات اور دعائیہ کلمات بھی ثبت ہیں، جو کتاب کی ثقاہت میں اضافہ کرتی ہیں، کتاب دعوت وتبلیغ سے جڑے ہوئے افراد کے علاوہ ہر تعلیم یافتہ کیلئے بھی مفید ہے۔ (مبصر: مولانا حبیب اللہ حقانی)

- **فقہی قواعد کا تحقیقی مطالعہ** تالیف: مولانا مفتی شاد محمد شاد

ضخامت: ۸۲۷ صفحات ناشر: دار الصدیق، معہد الصدیق بام خیل صوابی رابطہ نمبر: 03139803280

اسلامی علوم میں فقہ کی اہمیت کسی ذی شعور سے مخفی نہیں، یہ علم قرآن و حدیث سے مستنبط اور مستخرج ہے جس میں آئمہ اور فقہائے کرام کی اجتہاد اور مساعی کا عمل دخل ہے، یہ اصول اور قواعد پر مشتمل ایک ایسا وسیع علم ہے جو اپنے اندر کئی پہلو اور موضوعات رکھتے ہیں بلکہ ہر پہلو خود ایک علم کا روپ دھار چکے ہیں، فقہ کے انہیں علوم میں سے ایک اہم علم قواعد فقیہ بھی ہے جو اہل علم وفقہ کی خصوصی توجہ کا مرکز رہا ہے، فقہ کا ایک ادنی طالب علم بھی بخوبی جانتا ہے کہ پیش آمدہ مسائل کا شریعت کی روشنی میں جائزہ لینے کیلئے قواعد فقہیہ سے واقفیت ایک فقیہ اور مفتی کیلئے انتہائی ضروری ہے، فقہائے کرام نے اہمیت کی حامل اس علم میں اہم اور گران قدر کتابیں تصنیف کی ہیں، اس علم میں سب سے اہم کتاب مجلۃ الاحکام العدلیہ کی تصنیف ہے، مجلۃ الاحکام العدلیہ خلافتِ عثمانیہ میں مرتب ہوئی، اس کے مقدمے میں فقہ کی مختصر قانونی تعارف کے ساتھ فقہ اسلامی کے ننانوے ایسے بنیادی قواعد ذکر کیے گئے ہیں جن پر تقریبا فقہ کی پوری عمارت کھڑی ہے اور ان قواعد کا فقہ کے تمام ابواب کے ساتھ انتہائی مضبوط ربط ہے، بعد میں مجلہ پر ضخیم شروحات بھی لکھی گئی، اس وقت سے لے کر آج تک اس پر اچھا خاصا اور متنوع جہات سے کام ہوا اور اب بھی اس وقیع کتاب پر مختلف زبانوں میں کام ہو رہا ہے چونکہ ہمارے اردو زبان میں اس علم پر بہت کم کام ہوا ہے، اس ضرورت کے پیش نظر مولانا مفتی شاد محمد شاد نے پانچ سالہ محنت شاقہ کے بعد بہترین انداز میں نہایت عرقریزی اور جانفشانی سے کتاب مرتب فرمائی جو چند ماہ قبل زیور طباعت سے آراستہ ہوئی۔

زیر تبصرہ ''فقہی قواعد کا تحقیقی مطالعہ'' میں مصنف موصوف نے مجلۃ الاحکام العدلیہ کے ننانوے قواعد کی اعلی اور دلنشین انداز میں تشریح و تحقیق کی ہے اور جگہ جگہ جدید معاصر مسائل کو عصری اسلوب میں سمجھانے کی کوشش کی ہے، یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلا حصہ فقہی قواعد کے تعارف اور مبادیات پر اور دوسرا حصہ ۹۹ فقہی قواعد کی تشریح و تحقیق پر مشتمل ہے، مصنف نے ہر قاعدہ کا اردو میں سلیس ترجمہ، مفہوم، الفاظ کی وضاحت، دلائل اور دیگر مباحث پر سیر حاصل روشنی ڈالی ہے، مجلۃ الاحکام العدلیہ کے ننانوے قواعد کی تحقیق و تطبیق، تعارف و مبادی، تفریعات و مستثنیات پر مشتمل یہ کاوش اردو ذخیرہ کتب میں ایک عمدہ اور مفید اضافہ ہے، دار الافتاء سے منسلک کوئی فرد اس کاوش سے بے نیاز نہیں ہو سکتا، دار الصدیق للنشر البحوث الاسلامیہ بام خیل صوابی کا یہ نقش اول ہے جسے انہوں نے اعلی انداز میں شائع کرنے کی سعی کی ہے، دیدہ زیب جلد، اعلی طباعت اور بہترین کاغذ کیساتھ منظر عام پر آ چکی ہے یہ طلبہ اور اساتذہ کیلئے یکساں مفید ہے، اللہ مؤلف کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے۔ (آمین)

● ۹۹دروس میں سیرت طیبہ(نقشے، تصاویر، عبرتیں) مصنف: مولانا الطاف الرحمٰن عباسی

ضخامت:۲۵۲ صفحات ناشر: القرطبہ للنشر و التوزیع جامعہ قرطبہ کلفٹن بلاک ا، کراچی 0333-42488096

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات و سیرت طیبہ ایک ایسا عظیم الشان و جلیل القدر موضوع ہے جس کی زمان اور مکان کی وسعتوں کا احاطہ کرنا انتہائی دشوار اور مشکل ترین کام ہے، خالق کائنات نے اپنے محبوب نبی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری انسانیت کا ہادی و رہبر بنایا تو اس میں یہ صفت جاذبیت بھی ودیعت کر دی کہ امت کے اہل علم اپنی اپنی فہم و بساط، علم و معرفت اور خیال و فکر کے مطابق ان کی ذات، صفات، اعمال و خصائل نبوی کو شستہ اسلوب میں بیان کرتے رہے، انسانی تاریخ وتہذیب میں صرف محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیکر و ذات ہی تمام انسانوں کی سیرت نگاری کا محور رہی جس پر اپنوں اور بیگانوں نے لکھنے کی خامہ فرسائی کی ہے، رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد سے آج تک سیرت طیبہ مسلم اور غیر مسلم علماء اور محققین کی خاص توجہ کا مرکز رہی، سیرت نگاروں نے سیرت طیبہ پر مختلف زبانوں میں مختلف اسالیب میں بے تحاشا لٹریچر تخلیق کیا اور تاہنوز یہ مبارک سلسلہ جاری ہے، اس سلسلہ کی ایک کڑی عصر حاضر کے مایہ ناز عالم، جید مدرس اور نامور مصنف و محقق مولانا الطاف الرحمٰن عباسی کی کتاب بھی ہے

زیر تبصرہ کتاب ''۹۹ دروس میں سیرت طیبہ(نقشے تصاویر عبرتیں)'' سیرت طیبہ پر ایک علمی و تاریخی کاوش ہے جس میں مولانا الطاف الرحمٰن عباسی صاحب نے سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مختلف پہلوؤں پر نہایت جامع اور سہل انداز میں روشنی ڈالی ہے، یہ کاوش ایک بہترین مقدمہ اور دو حصوں پر مشتمل ہے، مقدمہ نہایت جامع ہے، جو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت، کاملیت، عملیت اور رسالت مآب کے حقوق، ان کی اطاعت، ان کے ساتھ عقیدت و محبت جیسی موضوعات پر مشتمل ہے اور اس پر سیر حاصل بحث بھی کی ہے، پہلا حصہ ولادت تا بعثت کے مباحث کو شامل ہے، دوسرا حصہ بعثت تا ہجرت کے مباحث پر مشتمل ہے، یہ کتاب دراصل مصنف موصوف کی درس سیرت پر مشتمل دروس ہیں جو موصوف نے مختلف مواقع پر مجمع کے سامنے پیش کیے تھے، اب مصنف موصوف نے سیرت نبوی کے ناپید کنار سمندر کو پوری جامعیت کے ساتھ ننانوے دروس کی صورت میں مرتب فرمائی جو سیرت کے موضوع پر ایک نہایت عمدہ، منفرد، قابل قدر اور لائق تحسین کام ہے، اس میں مصنف موصوف نے سیرت سے متعلقہ مختلف جگہوں کے جغرافیائی نقشے، مقامات کے تصاویر اور ہر درس میں عبر و نصائح بھی شامل کئے ہیں، یقیناً اپنے موضوع پر یہ کاوش لائق صد تحسین ہے، اہل علم و ذوق کیلئے ایک قیمتی سوغات اور انمول تحفہ ہے، عامۃ الناس بھی اس کاوش سے مستفید ہو سکتے ہیں، اللہ کرے یہ کاوش نافع عام و خاص ہو، (آمین)

● **مرغوب الفقہ** تالیف: مولانا مرغوب احمد لاجپوری ضخامت: ۱۴ جلدیں

ناشر: زمزم پبلشرز، شاہ زیب سنٹر نزد مقدس مسجد اردو بازار کراچی - 03028478551

مولانا مرغوب الرحمٰن لاجپوری صاحب ایک علمی اور روحانی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں، جید عالم دین، ممتاز مدرس اور علوم اکابر کے امین ہیں، آپ مفتی اعظم برما حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد لاجپوریؒ کے پوتے ہیں، آپ ہی نے اپنے عظیم دادا کے فتاویٰ کو ''مرغوب الفتاویٰ'' کے نام سے مرتب کیا ہے، خود بھی کئی علمی، فقہی، تاریخی اور تحقیقی کتابوں کے مصنف اور مؤلف ہیں اور دیار غیر برطانیہ میں اسلام کا علم بلند کئے ہوئے ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب ''مرغوب الفقہ'' ۱۴ جلدوں پر مشتمل ہے، جس میں ابواب فقہ (طہارت، نماز، روزہ، زکوۃ، حج، عصر حاضر کے فقہی مسائل وغیرہ) سے متعلق ۱۲۶ ارتحقیقی رسائل اور مقالات ہیں، مؤلف موصوف کا رسائل و مقالات میں استدلال اتنا شستہ ہے کہ بے اختیار داد دینے کو دل چاہتا ہے، یقیناً ان رسائل و مقالات سے کوئی عالم فقیہ اور مفتی مستغنی نہیں ہوسکتا، اللہ تعالیٰ مصنف کے علم وقلم میں برکت عطا فرمائے تا کہ وہ مزید علمی فتوحات کے جھنڈے گاڑتے چلے جائیں۔ آمین

اس کتاب کو زمزم پبلشرز نے شائع کیا ہے، زمزم کے احباب ہمیشہ پاک وہند اور عالم اسلام کے مشہور علما کی علمی اور تحقیقی کتابیں شائع کرتے ہیں اور اسے پوری دنیا حتیٰ کہ افریقہ کے جنگلات تک پہنچانے کی سعی کرتے ہیں، اس کتاب کی اشاعت پر بھی احباب زمزم تبریک اور داد وتحسین کے مستحق ہیں۔ (مبصر: مولانا حبیب اللہ حقانی)

● **فضائل ومسائل رمضان المبارک** مرتب: مولانا محمد ظاہر شاہ حقانی

ضخامت: ۱۴۳ صفحات ناشر: منصور اکیڈمی، خانقاہ نقشبندیہ حضرت کلے ژوب، 0345-8380488

رمضان المبارک، رحمت مغفرت اور جہنم سے آزادی کا مہینہ ہے، ہر دور میں اس کے فضائل و مسائل پر علماء نے مختلف زبانوں میں کتابیں لکھی ہیں، اور لکھ رہے ہیں، ان خوش قسمت حضرات میں سے مولانا محمد ظاہر شاہ حقانی بھی ہیں، جنہوں نے رمضان، شب قدر، افطار وسحری کے فضائل اور مسنون دعاؤں کے ساتھ ضروری مسائل کو جمع کیا ہے، اس طرح اعتکاف، تراویح، عیدین اور سجدہ تلاوت کے احکام بھی ذکر کئے ہیں، ان کا مرتب کردہ یہ مجموعہ ہر اردودان مسلمان کے لئے زادِراہ ہے۔ (مبصر: مولانا حبیب اللہ حقانی)